42

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

22 تا 28 نومبر 2007ء/11 تا 17 ذوالقعدہ 1428ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

قومی اسمبلی کے پانچ سال

قرآن کا انسانِ مطلوب

پاکستان کو درپیش دو بحران

حاصلِ اجتماع

ترکی اور یونان کے تعلقات

ایمرجنسی

سٹون ایج

روشن خیالی اور اعتدال پسندی؟

عالم اسلام

نظریہ : قوموں کی روح

نظریہ (IDEOLOGY) ایک قوم کے لیے رُوح کی سی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ہونے سے زندگی برقرار رہتی ہے اور جس کے فقدان کی صورت میں انسانی معاشروں سے اس حرارت وحرکت کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کا نام زندگی ہے۔ قوم کی یہ زندگی بخش نظریاتی رُوح اگر زندہ وتوانا ہو تو دوسری تمام قوتیں ہاتھ آ جاتی ہیں اور تھوڑی قوتوں سے بہت زیادہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ نظریہ سے سرشار ہونے والی قوموں کا عشق اتنا جسور اور فقر اتنا غیور ہوتا ہے کہ وہ کبھی خوار نہیں ہوتیں، لیکن نظریہ کی مرکزی قوت ختم ہو جائے یا کمزور پڑ جائے تو محض روپے پیسے، صنعت وتجارت، فوجوں اور اسلحہ، ادارات اور تنظیموں اور معاہدوں اور بلاکوں کے بل پر کسی انسانی گروہ کو نہ زندگی حاصل ہو سکتی ہے، نہ ترقی وکامیابی۔ بدن میں اگر رُوح ختم ہو رہی ہو اور شجاعت کا جوہرِ فعال کام نہ کر رہا ہو تو بھینسے جیسا عظیم جثہ گوشت کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں۔

نظریہ سے محروم معاشرے یا تو قائم ہی نہیں رہ سکتے، یا پھر وہ دوسروں میں ضم ہو جاتے ہیں اور کسی نظریاتی تمدن کے تابع مہمل بن جاتے ہیں۔ اقوام کا زوال ''بے زری'' سے نہیں ہوتا، اور اُن کا عروج بھی تونگری کا مرہونِ منت نہیں ہوتا۔ اسی طرح اسلحہ کی کمی کے بھی معنی لازماً یہ نہیں ہوتے کہ ایک قوم کمزور ہے، بلکہ اگر اس کے جوانوں کی خودی فولاد کی سی قوت رکھتی ہے تو وہ بہت زیادہ محتاجِ شمشیر نہیں رہتی۔ دوسری طرف اگر خودی ہی جواب دے جائے تو پھر جو کچھ رہ جاتا ہے وہ خالی زرنگار نیام ہوتے ہیں جن میں شمشیریں نہیں ہوتیں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں ع ''قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف''

اقبال کا شعلہ نوا
نعیم صدیقی

الھدیٰ (298)

سورۃ الانعام

(آیات:59تا62)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ
وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ
ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۨ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ ﴾

''اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اُسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے، پھر تمہیں دن کو اُٹھا دیتا ہے تاکہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے۔ پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (اُس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کیے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔''

غیب کے سارے خزانے اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اُن کو بس وہی جانتا ہے، اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندر میں ہے۔ اور اُس کی شان تو یہ ہے کہ درخت کا کوئی ایک پتہ بھی نہیں گرتا مگر وہ اُس کے علم میں ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ایسا ہے اور نہ کوئی ہری چیز، تر و تازہ اور نہ کوئی سوکھی چیز ہے مگر وہ سب کچھ کتاب مبین میں موجود ہے، جو اللہ کا علم قدیم ہے۔

اور وہی ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے رات کے وقت۔ رات کے وقت کی اِس وفات میں جان تو رہتی ہے شعور نہیں رہتا۔ جان لیجئے کہ ایک جسم ہے جس میں جان ہے، جس میں شعور ہے۔ جب موت آتی ہے تو شعور بھی چلا جاتا ہے اور جان بھی۔ کُل کا کُل توفي تو پورے طور پر حضرت عیسیٰ کا ہوا ہے۔ ہمارا ''یَتَوَفّٰی'' تو ادھورا ہوتا ہے۔ جسم یہیں رہ جاتا ہے، جان اور شعور چلے جاتے ہیں، اور نیند میں صرف شعور جاتا ہے، جان نہیں جاتی۔

اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو وہ اُس کو بھی جانتا ہے۔ پھر وہ اگلی صبح کو دوبارہ تمہیں اٹھا دے گا تاکہ تمہاری مہلت (عمر) پوری ہو جائے۔ یعنی روزانہ ہم ایک طرح سے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں اور پھر اٹھ جاتے ہیں۔ صبح اٹھنے کی دعا کے الفاظ قابل غور ہیں: الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی والیہ النشور۔ ''کل شکر اور کل حمد و تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے دوبارہ زندہ کیا، اس کے بعد کہ مجھ پر موت وارد کر دی تھی اور اُسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' معلوم ہوا کہ نیند موت کی بہن ہے۔ جو شخص صبح اٹھتے ہی مذکورہ دعا کے الفاظ ادا کرتا ہے، قیامت کے دن جب وہ اٹھے گا تو اُس کی زبان پر حمد و شکر کا یہ ترانہ خود بخود آ جائے گا۔ ہمیں صبح اٹھتے وقت اس دعا کا پڑھنا معمول بنا لینا چاہیے۔

پھر تمہارا لوٹنا اُسی کی طرف ہے۔ جب تم اٹھو گے تو وہ تمہیں جتلا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ وہ اپنے بندوں پر پوری طرح غالب اور قابو یافتہ ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا رہتا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ فرشتے باڈی گارڈ کی حیثیت سے موجود ہیں، تاکہ بندہ اُس وقت تک زندہ رہے جب تک اُس کی زندگی متعین ہے۔ بعض اوقات انسان بالکل حادثاتی موت کے منہ سے بچتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بچانے والا ہے جس نے بچا لیا ہے۔ یہ اس لئے کہ ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا۔ پس بچانے والے فرشتے ہر وقت ہمارے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے اُس کو قبضے میں لے لیتے ہیں اور اُس میں کوئی کمی اور کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر آدمی اللہ کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جو ہم سب کا سچا اور حقیقی مولا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ، فیصلے کا اختیار اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ حاکمیت اُسی کی ہے۔ وہ حساب کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر تیز ہے، یعنی اُسے حساب میں ذرا بھی دیر نہیں لگے گی۔ اُس کے کمپیوٹر تو ایسے ہیں کہ ہم اُن کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

پسندیدہ اعمال

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ : سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ: اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ: ((اَلصَّلَاۃُ عَلٰی وَقْتِهَا)) قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ ؟ قَالَ ((بِرُّ الْوَالِدَیْنِ)) قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ ؟ قَالَ: ((اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ))(متفق علیہ)

''ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا'' میں نے عرض کیا پھر؟ فرمایا: ''والدین سے حسن سلوک کرنا'' میں نے عرض کیا پھر؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا''۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قومی اسمبلی کے پانچ سال اور ہماری جمہوریت

پاکستان مسلم لیگ (ق) اور مشرف حکومت سے منسلک ہر شخص بڑے فخریہ انداز میں نعرہ زن ہے کہ پاکستان میں اسمبلیوں نے پہلی بار اپنی آئینی مدت مکمل کی ہے اور یہ اُس شخص کا ایک عظیم کارنامہ ہے جسے اپوزیشن اور دانشور حضرات فوجی آمر کہتے ہیں، جبکہ ماضی میں سویلین صدر بھی اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسمبلیوں پر بے وقت موت طاری کر دیتے تھے۔ ہماری رائے میں پارلیمانی نظامِ حکومت میں سربراہِ ریاست کا اسمبلی شکن قوت کا حامل ہونا ویسے ہی غلط اور غیر منطقی ہے۔ عجیب و غریب سی بات ہے کہ 16 کروڑ عوام اپنے ووٹ سے ایک اسمبلی معرضِ وجود میں لائیں، انتخابات کے انعقاد کے لیے حکومتی خزانہ سے اربوں روپے خرچ ہوں، 90 یا 60 دن کا قیمتی وقت صرف کیا جائے اور ایک شخص جب اُس کا من چاہے یہ جملہ کہہ یا لکھ دے ”میں بحیثیت صدر پاکستان اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے آئین کی دفعہ 58II-B کے تحت موجودہ قومی اسمبلی کو تحلیل کرتا ہوں“ اور کانچ کی بنی ہوئی اسمبلی کرچی کرچی ہو جائے۔ یہ بات عقل، فہم اور عدل و انصاف کے تقاضوں سے متصادم ہے۔ لہٰذا اِس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اسمبلی کا مدت پوری کرنا سیاسی استحکام کے حوالہ سے ایک اچھی خبر ہے۔ البتہ اگر دوسرے زاویہ سے دیکھا جائے مثلاً یہ کہ اِس اسمبلی کی پانچ سالہ کارکردگی کیسی رہی، اِس نے اس طویل عرصہ میں کتنی قانون سازی کی، یہ اسمبلی ایک فوجی آمر کی ذاتی خواہشات اور اُس کی من مانی کارروائیوں میں رکاوٹ بن سکی یا نہیں، دفاعی اور خارجی امور پر قومی اسمبلی میں کھل کر بحث ہوئی یا انتہائی اہمیت کے حامل امور پر اسمبلی کو اِن کیمرہ اعتماد میں لیا گیا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کیا اسمبلی ممبران نے سیاسی وابستگی سے بالاتر ہو کر اِس سوقیانہ سلوک پر احتجاج کیا اور عملاً کوئی ایسا قدم اُٹھایا جس سے پارلیمانی نظام کا بالاتر ہونا ثابت ہو اور مقننہ آزاد نظر آئی ہو۔ یقیناً اِن تمام سوالات کا جواب نفی میں ملے گا۔ گویا اسمبلی اِن پانچ سالوں میں ربڑ سٹیمپ بنی رہی۔ اس نے درحقیقت ایک فوجی آمر کی باندی کا رول ادا کیا۔ لہٰذا ایسی اسمبلی کا اپنی آئینی مدت پوری کرنا ایک Discredit ہے۔ اِس نے اپنے زندہ رہ جانے کو ترجیح دی۔ چاہے یہ زندگی بے بسی، لاچاری اور غلامی کی زندگی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اسمبلی نے اگر عوامی نمائندگی کا حق ادا کیا ہوتا تو آج پاکستان موجودہ سنگین بحران سے دوچار نہ ہوتا۔ اسمبلی نے صرف قائم رہ جانا اپنا مقصد اور مشن بنا لیا۔

دنیا بھر میں جمہوریت کی عمارت چار ستونوں پر کھڑی کی جاتی ہے۔ انتظامیہ، مقننہ، عدلیہ اور صحافت۔ ہماری جمہوریت چونکہ ”ڈکھری ٹائپ“ کی ہوتی ہے۔ یہاں جمہوریت کے ساتھ کوئی نہ کوئی لاحقہ منسلک ہوتا ہے، مثلاً بنیادی جمہوریت، غیر جماعتی جمہوریت اور حقیقی جمہوریت اور یہ کسی نہ کسی جرنیل کی عطا ہوتی ہے۔ جنرل صاحب تمام تر اقتدار کے مالک ہوتے ہیں اور وہ اِس عمارت کی چھت پر اکڑوں کھڑے ہوتے ہیں۔ انتظامیہ کا سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے لیکن وہ جنرل صاحب کے اشارۂ ابرو کے مطابق چلنے کا پابند ہوتا ہے۔ مقننہ کو بتا دیا جاتا ہے کہ وہ صرف آرڈیننس کو قانونی شکل دے گی اور اُسے ڈیسک بجانے اور بوقت ضرورت ہاتھ کھڑے کرنے ہیں۔ یہی کچھ ہماری انتظامیہ اور مقننہ بصد احترام کرتی چلی آئیں۔ لہٰذا اُن کے پانچ سال خیر و عافیت سے گزرے۔ البتہ عدلیہ نے 9 مارچ کو علمِ بغاوت بلند کیا اور میڈیا تو ایک عرصہ سے بہت لبرٹی لے رہا تھا۔ 3 نومبر کو P.C.O کے ذریعے اِن دونوں حریفوں کو ڈھیر کر دیا گیا۔ لہٰذا جج اپنی مدت پوری نہ کر سکے اور ٹی وی چینلز کی زبان گدی سے کھینچ دی گئی۔ ہمارا ماضی گواہ ہے کہ شاہی درباروں میں گستاخوں سے یہی سلوک ہوتا آیا ہے۔ یہ شاہی فرمان بھی صدفی صد درست ہے کہ ہم مثبت تنقید کا خیر مقدم کرتے ہیں، جو بہر حال دربار کے اِذن سے ہونی چاہیے۔ اگرچہ ہم وابستگانِ اقتدار کو اپنی آئینی مدت پوری کرنے پر مبارک باد کے مستحق سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم عاقبت نااندیشوں کو جنرل صاحب کی یہ بات سمجھ نہیں آئی جو اُنہوں نے مغرب کو مخاطب کر کے کہی ہے کہ مغرب کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ پاکستان میں جمہوریت کا معیار یورپ اور امریکہ جیسا ہو گا جو ایک طویل عرصہ سے جمہوریت کا تجربہ رکھتے ہیں۔ جان کی امان پائیں تو یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا ہماری جمہوریت کا معیار بھارت جیسا ہے جو آزادی کے حوالہ سے ہم سے ایک دن جونیئر ہے۔ بھارت میں درجنوں تحریکیں چلتی رہتی ہیں لیکن بھارت کی سلامتی کو کبھی خطرہ لاحق نہیں ہوا۔ شاید اس لیے کہ وہاں صرف جمہوریت ہے اور اُس کے ساتھ کوئی لاحقہ نہیں۔

”تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 22 تا 28 نومبر 2007ء — 11 تا 17 ذوالقعدہ 1428ھ — شمارہ 42

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا............ (2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

طارق کی دُعا

(اندلس کے میدانِ جنگ میں)

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے — جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم، اِن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ اِن کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دِل کو — عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی!
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی!
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے!

اقبال نے اِس دلکش اور موثر نظم میں بطلِ اسلام طارق بن زیاد فاتح اُندلس کے اُن جذبات کی عکاسی اپنے الفاظ میں کی ہے جو آغازِ جنگ سے پہلے اُس مردِ مومن کے دل میں موجزن ہوئے ہوں گے اور پھر دُعا کی صورت میں اُس کی زبان تک آئے ہوں گے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس جنگ کا مختصر حال بھی درج کر دیا جائے۔

بنواُمیہ کے خلیفہ ولید کے عہد میں اُندلس سے مسلمانوں کی ایک جماعت ہسپانیہ کے سربراہ راڈرک کے ظلم وستم کی داستانوں اور شکایتوں کے ساتھ موسیٰ بن نصیر کے پاس آئی تو اُس نے اپنے چند فوجی دستے سرحدی علاقوں کا جائزہ لینے کے لیے بھیجے جو ہسپانوی فوج سے معمولی جھڑپوں کے بعد واپس چلے آئے۔ موسیٰ بن نصیر نے بالآخر تمام صورتِ حال کا جائزہ لینے کے بعد پانچ ہزار جنگجو فوجیوں کا نسبتاً ایک بڑا لشکر طارق بن زیاد کی قیادت میں روانہ کیا۔ چنانچہ طارق نے آبنائے مراکو کو عبور کر کے ایک پہاڑی پر قیام کیا جو آج ''جبلِ طارق'' یا ''جبرالٹر'' کے نام سے مشہور ہے، اور گرد ونواح کے علاقے کو زیر کرنا شروع کیا۔ چنانچہ طارق رمضان 92ھ (اپریل 711ء) میں دریائے لکہ کے کنارے، راڈرک شاہ سپین کی ایک لاکھ فوج سے معرکہ آزما ہوا۔ اِس معرکے کا سب سے اہم اور تاریخی واقعہ یہ ہے کہ طارق جن جہازوں پر سمندر پار کر کے اپنی فوجوں کو دشمن کے علاقے میں لے گیا تھا، ساحل پر اُترتے ہی اُس نے ان جہازوں کو نذرِ آتش کرنے کا حکم دیا، تا کہ اس کا کوئی سپاہی واپسی کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ کئی روز کی خون ریز جنگ کے بعد طارق کا لشکر فتح یاب ہُوا اور راڈرک فرار ہوتے ہوئے دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس حملے نے ہسپانیہ کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ بعد میں اِس ملک پر مسلمانوں کا ساڑھے سات سو سال تک اقتدار رہا۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے طارق نے اپنی مختصر فوج کے سامنے یہ تقریر کی تھی:

''بہادرو! میدانِ جنگ سے فرار کی اب کوئی صورت نہیں ہے، اس لیے صرف پامردی میں نجات ہے۔ اے لوگو! میری تقلید کرو اور سب ایک جسم اور ایک جان ہو جاؤ۔ میں خود راڈرک کا دست بدست مقابلہ کروں گا، اور اگر میں اِس حملے میں مارا جاؤں تو تم ہمت نہ ہارنا، میری جگہ کسی اور کو امیر مقرر کر کے جنگ جاری رکھنا۔ اگر تم نے بزدلی دکھائی تو برباد ہو جاؤ گے...... خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا، اور اپنے آپ کو کسی قیمت پر بھی دشمن کے حوالے نہ کرنا۔ امیر المومنین نے تمھیں اس ملک میں اعلائے کلمۃ الحق اور غلبۂ دینِ اسلام کے لیے بھیجا ہے۔''

اقبال کی یہ نظم پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ طارق کی دُعا کے الفاظ بے شک مختلف ہوں گے، لیکن مفہوم کم وبیش یہی ہوگا جو اقبال نے بیان کیا ہے۔

1۔ اے رب العالمین! میری فوج کے جیالے جو اپنی کشتیاں جلا کر راہِ حق میں اپنے دشمن کے خلاف نبرد آزما ہیں، وہ غازی ہیں، جن کے کردار اور صلاحیتوں کا راز کسی پر منکشف نہیں ہوتا، اس لیے کہ اِن کو تو تیری جانب سے قیادت اور سرداری کی صلاحیت عطا ہوئی ہے (طارق کے فوجیوں کو ''پُر اسرار بندے'' اس لیے کہا گیا ہے کہ جب طارق اپنی فوج لے کر اندرونِ ملک کی طرف بڑھا تو اتفاق سے اُس وقت راڈرک کا ایک صوبیدار دفاع پر موجود تھا، اور جب اُس نے دیکھا کہ ایک اجنبی جماعت بڑھی چلی آ رہی ہے تو وہ فوراً مقابلے کے لیے سامنے آیا، لیکن طارق نے اُسے شکست دے دی اور وہ اِس شکست سے اس قدر خوفزدہ ہُوا کہ اُس نے راڈرک کو اِن الفاظ میں اِس واقعے کی اطلاع دی: ''ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے کہ نہ اُن کا وطن معلوم نہ اصلیت کہ وہ کہاں سے آئے ہیں۔ زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اُتر پڑے ہیں۔''

2۔ یہ لوگ تو صحراؤں اور دریاؤں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اُن کی ہیبت سے پہاڑوں کے دل بھی لرز اُٹھتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان کے جاں بازوں کے عزم وحوصلے اور جرأت وہمت کے سامنے جنگل، دریا اور پہاڑ بھی کوئی معنی نہیں رکھتے۔

3۔ اِس کی وجہ اے باری تعالیٰ، اِن غازیوں کے پاکیزہ قلوب میں تیرے عشقِ حقیقی کا موجزن ہونا ہے کہ اس عشق میں ہی وہ لذت موجود ہوتی ہے جو انسان کو ہمیشہ سرمست رکھتی ہے، اور دونوں جہانوں سے بھی بے نیاز کر دیتی ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں صرف تجھے ہی اپنا مقصود تصور کرتے ہیں، اور تیری ہی خاطر زندہ رہتے ہیں اور تیرے ہی لیے موت سے ٹکرا جاتے ہیں۔

4۔ یہ لوگ ایسے صاحبِ ایمان ہیں، جن کا مقصد تیری راہ میں شہادت کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں۔ وہ نہ تو دوسروں کی املاک پر قابض ہونے میں یقین رکھتے ہیں، نہ ہی اِس قبضے سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت اُن کا مقصود ہوتا ہے۔

5۔ ہسپانیہ اگرچہ خوشحال اور سرسبز علاقہ ہے، لیکن اے باری تعالیٰ! تیرے نام اور ملک کی سربلندی کے لیے تیرے غازی ہر قربانی دینے کے لیے یہاں آ گئے ہیں۔ (جاری ہے)

قرآن کا انسانِ مطلوب

سورۃ المعارج کی آیات 19 تا 35 کی روشنی میں

مسجد دار السلام باغِ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

[سورۃ المعارج کی آیات 19 تا 35 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! 19 اکتوبر کے خطاب جمعہ میں سورۃ المعارج کی آیات 19 تا 22 کی روشنی میں انسان کی ایک خاص کمزوری کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ وہ کمزوری یہ ہے کہ وہ جی کا بڑا کچا ہے۔ اور جی کے کچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً جزع فزع شروع کر دیتا ہے، اُس پر صبر نہیں کرتا۔ اور جب اُسے کوئی خیر ہاتھ آئے، اللہ تعالیٰ نعمت عطا فرما دے، مال و دولت کی ریل پیل ہو جائے تو پھر بجائے شکر گزاری کے بخیل اور کنجوس بن جاتا ہے۔ اپنا مال ضرورت مندوں پر خرچ نہیں کرتا، بلکہ اُس پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہ انسان کی ایسی کمزوری ہے، جو اُس کی سرشت میں شامل ہے، اور یہ دنیا کے اکثر بیشتر لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ ''ھلوع'' یا جی کے کچے پن کی کمزوری پر قابو پانے والے لوگ کون سے ہیں، اِن کا تذکرہ اگلی چند آیات میں کیا گیا ہے۔ فرمایا

﴿اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾﴾

''مگر نماز گزار''

ایسے لوگوں کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ نماز کے پابند ہوتے ہیں۔ نماز مومن کی پہچان ہے۔ یہ کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی شے ہے۔ نماز کے بغیر بندۂ مومن کا تصور نہیں بھی کیا جا سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص مومن کہلائے اور وہ نمازی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں ''مومن'' اور ''مصلّی'' کا لفظ مترادف کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے۔

مومن جی کا کچا نہیں ہوتا، اِس لئے کہ وہ کائنات اور زندگی کے حقائق سے آگاہ ہوتا ہے۔ اُس کا ایک واضح نصب العین اور ہدف ہوتا ہے، اور وہ اللہ کی رضا اور اُخروی نجات ہے۔ آج پوری دنیا بالعموم جس فلسفۂ زندگی پر کارفرما ہے، وہ دنیا پرستی، زر پرستی اور مفاد پرستی ہے۔ ہر ذہن میں یہ خیال سمایا ہوا ہے کہ یہاں کی زندگی اور اُس کے ایک ایک لمحہ کو پُر لطف بنانے کی جدوجہد کرو۔ دنیا کمانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ تمہارا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ کروڑ پتی اور ارب پتی بنو اور ایلیٹ کلاس میں شامل ہو جاؤ۔ (معاذ اللہ) آخرت کے تصورات سے جان چھڑاؤ، حلال و حرام کی تمیز نہ کرو، ورنہ رنگ میں بھنگ پڑ جائے گا۔ زندگی تو بس یہی زندگی ہے۔ اگر اُسے پُر لطف اور پُر آسائش بنا لیا تو کامیاب ٹھہرو گے ورنہ ناکام و نامراد ہو گے اور معاشرے میں تمہارا کوئی مقام نہ ہوگا۔ لہٰذا ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کے تحت ''Eat, drink and marry'' پر عمل کرو اور بس! بندۂ مومن یہ روش نہیں اپناتا۔ کیونکہ وہ اِس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی اور بطور امتحان کے ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ وہاں کا عیش و آرام اصل عیش و آرام ہے اور وہاں کی تکلیف اور عذاب حقیقی عذاب ہے۔ دنیا میں انسان پر جو بھی تکلیف آتی ہے، آزمائش کے لئے آتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلۂ موت و حیات پیدا ہی اِس لئے کیا ہے کہ اپنے بندوں کو آزما سکے کہ اُن میں کون اچھے کام کرتا ہے۔ یہاں ہمیں خواہ تکلیف پہنچے، یا راحت و آرام ملے، تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑے یا مال و دولت کی فراوانی ہو، یہ سب کچھ آزمائش کے لئے ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر حال میں رضائے رب پر راضی رہنا چاہیے اور تکلیفوں پر جزع فزع اور اللہ سے شکوے شکایت کرنے اور آسائشوں میں تکبر و استکبار کی روش سے اجتناب کرنا چاہیے۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾﴾

''جو نماز کا التزام رکھتے (اور بلا ناغہ پڑھتے) ہیں۔''

یعنی نمازی بھی ایسے ہیں جو گنڈے دار نمازی نہیں، کہ اگر جی میں آیا تو نماز پڑھ لی، اور کاروبارِ دنیا میں مصروفیت کے خیال سے ترک کر دی۔ نہیں، بلکہ وہ پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والے ہیں۔ اُس کو ہر کام پر اولیت دیتے ہیں۔ اذان کی آواز سن کر وہ اپنا کاروبار چھوڑ دیتے ہیں اور سیدھا مسجد کا رُخ کرتے ہیں اور پورے اہتمام سے نماز ادا کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾﴾

''اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔ (یعنی) مانگنے والے کا، اور نہ مانگنے والے کا۔''

بندۂ مومن کی شخصیت کا ایک رُخ تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اُس کا تعلق مضبوط ہو۔ اور تعلق مع اللہ کا سب سے مضبوط ذریعہ نماز ہے۔ نماز اُسے معصیتوں، نافرمانیوں اور منکرات سے روکتی ہے اور اللہ کی اطاعت کا خوگر بناتی ہے۔ اِس لئے پہلی بات تو نماز کی کی گئی ہے۔ لیکن مومن کی شخصیت کا دوسرا رُخ بندگانِ خدا کے ساتھ اُس کا درست معاملہ ہے۔ ایک صاحبِ ایمان شخص بندگانِ خدا پر بھی مہربان ہوتا ہے۔ اُس کے مال میں سائلین اور محروم طبقات کا بھی حق معین ہوتا ہے، جسے وہ پورے جذبے اور شعور کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ وہ اُن پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، اُن کی ضروریات بہم پہنچاتا ہے۔ آج کل اصطلاح میں وہ ''Have nots'' کی خبر گیری کرتا ہے۔ چونکہ پوری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، لہٰذا اللہ چاہتا ہے کہ میں نے جنہیں خوشحالی عطا کی ہے، مال و دولت سے نوازا ہے، وہ محرومین پر اپنا مال خرچ کریں، تاکہ لوگوں کے درمیان محبت اور اخوت پیدا ہو اور ایک اچھی سوسائٹی وجود میں آئے، کیونکہ جب مالدار غریبوں اور کمزوروں کی مدد کرتے ہیں تو اُن کے دل میں محبت اور احسان مندی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، اور نفرت جنم نہیں لیتی اور اِس طرح افرادِ معاشرہ باہم شیر و شکر ہوتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾﴾

''اور جو روزِ جزا کو سچ سمجھتے ہیں۔''

اِن لوگوں کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ بدلے کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔ زبان سے تو ہم مسلمان نماز کی ہر رکعت میں اپنے اِس ایمان کا اعادہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک یوم الدین ہے، مگر ''یصدقون'' سے مراد صرف زبان سے کچھ مخصوص الفاظ اور کلمات دہرا دینا نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ یقین دل میں راسخ ہو کہ مرنے کے بعد ہمیں جی اٹھنا ہے، آخرت ہوگی، جہاں ہمیں اپنے اچھے بُرے تمام اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ کیونکہ تصدیق تو دلی کیفیت کا نام ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾﴾

''اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔ بے شک اُن کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اُس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔''

یہ لوگ صحیح معنوں میں اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں، اُس سے نچنت نہیں ہیں۔ اِس لئے کہ اللہ کا عذاب ہے ہی ایسا کہ کوئی اُس سے نڈر نہ ہو۔ اِس سے بے خوف وہی لوگ ہوتے ہیں جو حقیقتِ ہستی سے غافل ہیں۔ اللہ کے نیک بندے اور اولیاء و صلحاء تو اُس کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔ سورۃ الفرقان میں ''عبادالرحمٰن'' کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے تمام تر تقویٰ و تدیّن اور عبادت گزاری کے باوجود، اللہ سے عذاب جہنم سے بچنے کی دُعا کرتے ہیں:

﴿......رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾﴾ (الفرقان)

''اے ہمارے پروردگار دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو، کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔''

اب اگلی آیات میں تین ایسے اوصاف آرہے ہیں کہ جن کا تعلق بندۂ مومن کے ذاتی کردار سے ہے۔ دراصل یہ بنیادی انسانی اوصاف ہیں، جن سے کسی بھی معقول انسان کو ضرور متصف ہونا چاہیے۔ بندۂ مومن تو انسانیت کے بلند درجے پر فائز ہوتا ہے، لہٰذا اُس میں اِن اوصاف کا ہونا ازبس ضروری ہے اور یہ اُس کے ایمان کا بھی تقاضا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اِن اوصاف سے محروم ہے، تو بظاہر خواہ وہ کتنا متقی دکھائی دے، اُس کی وضع قطع کتنی ہی اچھی ہو، وہ ایمان حقیقی اور تقویٰ سے محروم ہوگا۔

ان تین اوصاف میں سے پہلا وصف جنسی کنٹرول (Sex Discipline) ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾﴾

''اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہ (اُن کے پاس جانے پر) انہیں کچھ ملامت نہیں۔ اور جو لوگ ان کے سوا اور کے خواستگار ہوں وہ حد سے نکل جانے والے ہیں۔''

اگر کوئی شخص جنسی بے راہ روی کا شکار ہے، تو یہ اِس کی علامت ہے کہ وہ ایمان و تقویٰ کے درجے ہی سے نہیں، انسانیت کے مقام سے بھی گرا ہوا ہے۔ یہ چیز اُس کی کردار کی پستی کا مظہر ہے اور اُس کی شخصیت کو کھوکھلا کر دینے والی ہے۔ جنسی بے راہ روی سے تہذیب و تمدن کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔ آج مغربی دنیا جو بظاہر اپنے اندر بڑی کشش اور چمک دمک رکھتی ہے، اِسی کے سبب تباہی کے گڑھے میں گرنے کو ہے اور اقبال کی یہ پیش گوئی پوری ہو رہی ہے کہ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

جنسی بے اعتدالیوں نے وہاں کا فیملی سسٹم تباہ کر کے رکھ دیا ہے، سماجی ڈھانچہ تتر بتر ہو چکا ہے۔ انسانی اقدار کے حوالے سے مغرب افلاس کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت بلند مقام عطا کیا، مگر مغربی دنیا حیوانوں کی سطح پر اُتر آئی ہے۔ شرم و حیا، عزت و عصمت اور غیرت و آبرو جیسے الفاظ آپ کو وہاں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں گے۔

"الاعلٰی ازواجھم......" سے بتادیا کہ اگرچہ شہوت ایک قوی جذبہ ہے، جو خود اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھا ہے، تاکہ بقائے نسل کا ذریعہ بنے، مگر اس پر کنٹرول ہونا چاہیے۔ اِس کی تسکین کے لئے جائز راستہ اختیار کیا جانا ضروری ہے، اور وہ ہے انسان کی بیوی اور باندی...... اگر کوئی اِس صحیح راستے کو اختیار کرتا ہے یعنی شادی بیاہ کرتا ہے، گھر گرہستی کی زندگی اپناتا ہے تو شریعت کی نظر میں اُس پر کوئی ملامت نہیں، بلکہ یہ عمل سنت رسول ہے اور نکاح بندۂ مومن کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اسلام بعض اُن مذاہب کے برعکس جو اپنے تئیں اونچے مراتب تک پہنچنے کے لئے تجرد کی تلقین کرتے ہیں، خانگی زندگی کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ جنسی جذبہ کی صحیح طور سے تسکین ہو اور بقائے نسل کا مقصد حاصل ہو۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ...... سے واضح کر دیا کہ جو شخص شریعت کے بتائے ہوئے جائز ذریعے یعنی بیوی اور باندی کے علاوہ کہیں اور قضائے شہوت کی راہ ڈھونڈے، وہ حدِ اعتدال اور حد جواز سے باہر نکل جانے والا اور زیادتی کرنے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی سزا بھی بہت سخت ہونی چاہیے، اِسی لئے شریعت اسلامیہ نے اُسے سخت سزا کا

پریس ریلیز

16 نومبر 2007ء

''حکومت سوات میں فوجی آپریشن فی الفور بند کرے اور نفاذ شریعت کے جائز مطالبے کو تسلیم کر کے نہ صرف سوات میں بلکہ پورے ملک میں شریعت نافذ کرے''

حافظ عاکف سعید

پاکستان اپنی تاریخ کے خوفناک بحران سے دوچار ہے۔ بدترین سیاسی انتشار اور خانہ جنگی کی سی کیفیت کے سبب ملک کے اندر اور باہر ہمارے مستقبل کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں۔ صدر پرویز مشرف کی جانب سے ایمرجنسی کے نفاذ اور سوات کی صورتحال نے حالات کو نہایت گھمبیر بنادیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے وسیع تر مفاد میں صدر مشرف اقتدار چھوڑ دیں ورنہ عوام میں پائی جانے والی بے چینی اور اضطراب اگر کسی احتجاجی تحریک میں بدل گیا تو سیاسی انتشار میں اور بھی اضافہ ہوسکتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حکمران سوات میں نفاذ شریعت کی تحریک کو لال مسجد آپریشن کی طرح طاقت سے کچلنے کی پالیسی پر کاربند ہیں، جو نہایت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ اس سے خانہ جنگی سارے ملک میں پھیلنے کا اندیشہ ہے اور حالات کی سنگینی سے ہمارا پڑوسی بھارت اور امریکہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ سوات میں فوجی آپریشن فی الفور بند کرے اور نفاذ شریعت کے جائز مطالبے کو تسلیم کر کے نہ صرف سوات میں بلکہ پورے ملک میں شریعت نافذ کرے، جس کی خاطر بے شمار قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ ہماری موجودہ ذلت اور رسوائی اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کا نتیجہ ہے۔ ہماری نجات کی اصل صورت یہ ہے کہ پوری قوم اللہ کے حضور توبہ کرے اور بالخصوص حکمران ایک بڑا یوٹرن لے کر امریکہ کی بجائے اللہ اور اس کے رسول سے وفاداری اور نفاذ اسلام کی جانب قدم بڑھائیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو شدید اندیشہ ہے کہ ہم کسی بڑے خدائی عذاب کی لپیٹ میں آجائیں۔ (مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

مستوجب قرار دیا ہے۔ یعنی اگر زانی غیر شادی شدہ ہے تو اُسے سو کوڑے مارے جائیں اور اگر شادی شدہ شخص یہ حرکت کرے تو اُس کی سزا رجم ہے، یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔

دوسرا بنیادی انسانی وصف امانت اور ایفائے عہد ہے۔ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾

"اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں۔"

ہمارے دین میں امانت داری اور عہد کی پاسداری کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے۔ اِن دو صفات میں گویا پوری شریعت سمٹ آئی ہے۔ اس لئے کہ ان میں اللہ اور اُس کے بندوں کے تمام حقوق آ گئے۔ آدمی کے پاس جس قدر قوتیں ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، وہ انہیں اسی طرح استعمال کرنے کا پابند ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اسی طرح اُسے اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں سے اپنے قول و قرار کو بھی پورا کرنا ہے۔ اگر کسی شخص میں یہ دو اوصاف نہیں تو اُس کا کوئی دین و ایمان نہیں ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شاید ہی کوئی ایسا خطبہ دیا ہو کہ جس میں یہ بات بیان نہ فرمائی ہو کہ

((لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ)) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"اُس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت کا وصف نہیں، اور اُس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد (کی پاسداری) نہیں۔"

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ امانت داری اور ایفائے عہد کا تصور بہت وسیع ہے۔ وہ شخص خیانت کرتا ہے جو تولتے ہوئے ڈنڈی مارتا ہے اور چند ٹکوں کے عوض اپنا ایمان بیچ دیتا ہے۔ وہ شخص بھی بد دیانتی کا مرتکب ہوتا ہے جو جھوٹ موٹ میں قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے، تجھے اتنے میں دوں گا۔ وہ شخص بھی خیانت کا ارتکاب کرتا ہے جس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی گئی ہو، مگر اب وہ اُسے واپس کرنے میں لیت و لعل سے کام لے رہا ہو، یا صحیح سالم واپس نہ کرے۔ یہی معاملہ ذمہ داریوں اور سرکاری عہدوں کا بھی ہے۔ عہدے اور منصب بھی امانت ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے حلف کے خلاف کرتا ہے تو درحقیقت بد دیانتی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس معاملے کو وسیع کرتے جایئے۔ اس میں تمام بین الانسانی معاملات آ جائیں گے۔

عہد و معاہدہ کا بھی یہی معاملہ ہے۔ ہمارا دین کل کا کل ایک عہد ہے، اور یہ ہے عہدِ بندگی، جو ہماری ارواح نے اللہ تعالیٰ سے کیا۔ عالمِ ارواح میں ہم سب نے کہا کہ اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے، تو ہی ہمارا خالق و مالک اور مشکل کشا ہے، ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ تیری ہی بندگی کریں گے۔ اب اسی عہد کا اعادہ ہم ہر نماز میں کرتے ہیں ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحۃ:4) ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس عہد بندگی کی پاسداری کریں۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے کی زندگی میں ہم اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار رہیں۔ ہر ہر معاملے میں اُس کے حکموں پر چلیں، کیونکہ بندگی غلامی کا نام ہے اور غلامی جز وقتی نہیں، کل وقتی ہوتی ہے۔ اگر ہم اللہ کے کسی ایک حکم سے بھی سرتابی کریں گے تو حقیقت میں عہد بندگی سے انحراف کے مرتکب ہوں گے۔ شریعت ہمیں عطا ہی اس لئے کی گئی ہے کہ پورے طور پر اُس کی پیروی کریں۔ جب بھی کسی قوم کو شریعت عطا کی جاتی ہے تو اُس سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ شریعت کی پابندی کرے گی جیسا کہ بنی اسرائیل سے لیا گیا، جس کا تذکرہ سورۃ المائدہ میں کیا گیا:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

"اور اللہ نے تم پر جو احسان کئے ان کو یاد کرو اور اس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا (یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا۔ اور اللہ سے ڈرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ دلوں کی باتوں (تک) سے واقف ہے۔"

اسی عہد بندگی کی مزید وضاحت سورۃ التوبہ میں آئی ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

"اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔"

اور اس عہد کے عملاً نبھانے کا مظہر یہ ہو گا کہ مومنین دین حق کے غلبہ کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ چنانچہ آگے فرمایا:

﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

"یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے، جس کا پورا کرنا اُسے ضرور ہے۔ اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے۔ تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اُس سے خوش رہو۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

بندۂ مومن کے ذاتی کردار کے حوالے سے تیسری صفت سچی گواہی ہے، اگلی آیت میں اسی کا تذکرہ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَاۗىِٕمُوْنَ﴾

"اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔"

عہد و امانت ہی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ بندۂ مومن اپنی گواہیوں پر قائم رہے۔ گواہی ایک تو یہ ہے کہ آدمی کوئی بات دیکھے، مثلاً کسی پر ظلم و زیادتی ہوتے دیکھے، کسی مجرم کو جرم کرتے دیکھے، اب اُس نے جو کچھ دیکھا ہو، قاضی کے سامنے سب کچھ بلا کم و کاست بیان کرے۔ اُس میں سے کوئی بھی چیز، کسی مصلحت، مفاد یا ڈر اور خوف کی بنا پر نہ چھپائے......

گواہی کی دوسری صورت دین کی گواہی ہے۔ مسلمان پوری دنیا پر دین حق کا گواہ ہے، جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ﴾ (البقرۃ:143)

"اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمتِ معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزمان) تم پر گواہ بنیں۔"

لہٰذا وہ اپنے قول و عمل سے دنیا پر دین کی گواہی دے۔ اللہ کے دین کے غلبے کے لئے جدوجہد کرے، اس کی راہ میں خواہ کتنی ہی مشکلات آئیں، وہ ان کی پروا نہ کرے۔

اس مضمون کے آخر میں ایک مرتبہ پھر نماز کا تذکرہ کیا گیا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾

"اور جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں۔"

سچے نمازیوں اور مومنوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ نماز کی محافظت میں نماز کے ظاہری اور باطنی آداب کا لحاظ کرنا شامل ہے۔ ظاہری آداب یہ ہیں کہ آدمی پابندی وقت کے ساتھ نماز ادا کرے، اپنے جسم، کپڑوں اور نماز کی جگہ کے پاک صاف ہونے کا خیال رکھے وغیرہ۔ اور باطنی ادب یہ ہے کہ نمازی پر خشوع خضوع کی کیفیت ہو، اللہ کے دربار میں حضوری کا احساس ہو، یہ خیال رہے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں، یا کم از کم یہ کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ بندۂ مومن کے اوصاف میں اوّل و آخر نماز کی پابندی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ نماز کس قدر مہتم بالشان عبادت ہے۔ ظاہر ہے کہ نماز بندے کے اپنے مالک سے رابطہ اور اُس کی یاد کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔ نماز اُسے پوری زندگی میں اپنے مالک کی بندگی کا سبق یاد دلاتی ہے کہ تم زندگی کے ہر ہر لمحے میں اُس مالک ارض و سما کے حکموں کے پابند ہو، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ جس کے سامنے تم اپنی جبین نیاز جھکاتے ہوئے اس کی کامل غلامی تمہاری زندگی کا اصل الاصول ہونی چاہیے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ﴾

"یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت و اکرام سے ہوں گے۔"

متذکرہ بالا آٹھ صفات جن لوگوں میں موجود ہوں گی، وہ "ہلوع" یعنی دل کے کچے نہیں ہوں گے، بلکہ اپنے رب کی رضا پر راضی رہنے والے ہوں گے۔ آخرت میں یہی لوگ فوز و فلاح سے ہمکنار ہوں گے اور جنت میں جائیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اوصاف کا حامل بنائے اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ (آمین) [تلخیص: محبوب الحق عاجز]

سلطنتِ خداداد پاکستان کو درپیش دو بحران

از ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی

پاکستان اس وقت ایک آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا ہے۔

اوّلاً تو پاکستان بھی ''ذلّت'' اور ''مسکنت'' (سورۃ البقرہ: آیت 61) کے اس عمومی عذاب سے دوچار ہے جو پوری اُمتِ مسلمہ پر اس لیے مسلط ہے کہ وہ اپنے فرضِ منصبی کو ادا نہیں کر رہی یعنی نوعِ انسانی کے سامنے اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا نمونہ پیش کر کے اس پر اللہ کے دین کی جانب سے حجت قائم نہیں کر رہی —— اس ذلت و مسکنت یعنی کمزوری اور کم ہمتی کی نمایاں ترین مثالیں فلسطین کے معاملے میں پوری اُمت کی بے بسی اور کشمیر کے ضمن میں ہماری کم ہمتی ہیں!

ثانیاً —— اسلامیانِ پاکستان پر اللہ تعالیٰ کا ایک اضافی عذاب اس بنا پر مسلط ہے کہ پاکستان کے مفکّر و مصوّر علامہ اقبال اور اس کے بانی و معمار قائد اعظم نے پاکستان کا جو تصور دنیا کے سامنے پیش کیا تھا کہ یہ عہدِ حاضر میں اسلام کے اصولِ حریت واخوت ومساوات کا نمونہ ہوگا —— اور عام مسلمانوں نے اللہ سے جو گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں کی تھیں کہ ''اے اللہ! ہمیں انگریز اور ہندو کی دہری غلامی سے نجات دے دے تو ہم تیرے عطا کردہ ملک میں تیرے دین کا بول بالا کریں گے اور شریعتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نافذ کریں گے'' ہم نے ان تمام وعدوں کی خلاف ورزی کی ہے —— چنانچہ سورۂ توبہ کی آیات 75 تا 77 کے مطابق ہم پر اس وعدہ خلافی کی سزا نفاق کے مرض کی صورت میں مسلط کر دی گئی ہے —— جس کا ایک مظہر تو یہ ہے کہ مسلم قومیت (Muslim Nation-hood) کا تصور ختم ہو چکا ہے اور اس کی جگہ نفاقِ باہمی نے صوبائی، علاقائی، نسلی اور لسانی ''قومیتوں'' کی صورت اختیار کر لی ہے! اور دوسرا مظہر نفاقِ عملی کی صورت میں مسلط ہے یعنی اخلاق کا دیوالہ نکل گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی حدیثِ مبارک کے مطابق منافقت کی چاروں علامات یعنی جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت اور چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں آپے سے باہر ہو جانا، ہمارے جسدِ ملّی میں نمایاں طور پر موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے متذکرہ بالا دو عمومی سزاؤں پر مستزاد ہم پر عذابِ الٰہی کا ایک کوڑا 1971ء میں پاکستان کے دولخت ہونے اور ہماری پیشانی پر عبرتناک شکست کا داغ لگنے کی صورت میں پڑا۔ پھر سیاچین ہمارے ہاتھ سے گیا، پھر کارگل کا جُوا ہم نے ہارا —— اور اب ایک جانب کشمیر کا جو تھوڑا بہت حصہ ہمارے پاس ہے وہ بھی ہمارے ہاتھ سے جاتا نظر آ رہا ہے! اور دوسری جانب ایک خوفناک داخلی خلفشار آتش فشاں پہاڑ کے مانند پھٹنے کو ہے اور شدید خطرہ ہے کہ سورۂ سجدہ کی آیت 21 کے مطابق چھوٹے چھوٹے عذابوں کے بعد اب ''عذابِ اکبر'' نہ آ جائے یعنی خاکم بدہن پاکستان کے خاتمے کی منزل قریب نہ آ گئی ہو! اعاذنا اللہ مِن ذٰلِک!!

پاکستان کو لاحق داخلی خلفشار کی دو اطراف (DIMENSIONS) ہیں: چنانچہ ایک جانب 9/مارچ کو شروع ہونے والی عوامی تحریک ہے جو اب خطرناک موڑ تک آ پہنچی ہے۔ اور اس نے پاکستانی سیاست میں مسلح افواج کے عمل دخل کے خلاف ایک عوامی احتجاج کی شکل اختیار کر لی ہے۔

> سوات میں نفاذِ شریعت کی تحریک کو طاقت اور تشدد کے ذریعے ختم کرنا ممکن نہیں، بلکہ اس کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے دستوری اور قانونی اور تدریجی و پُرامن راستہ کھول دیا جائے

اور یہ اب 1977ء کی پی این اے کی تحریک کے مشابہ ہوتی نظر آ رہی ہے —— اس تحریک کے نتیجے میں اگر ملک میں بدامنی کی صورت پیدا ہوگئی تو ہماری مغربی سرحد کے ساتھ نیٹو (NATO) کی افواج گھات لگائے بیٹھی ہیں کہ ایسی کسی صورت کو بہانہ بنا کر پاکستان میں براہِ راست دراندازی کریں ———اور خصوصاً پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو ختم کر دیں یا اپنے کنٹرول میں لے لیں ——— اور ادھر مشرقی سرحد کے ساتھ بھارت بھی اسی تاک میں ہے اور اس نے اپنی افواج کو الرٹ بھی کر دیا ہے کہ تیار رہو ہو سکتا ہے کہ ہمیں کسی پڑوسی ملک میں ''قیامِ امن'' کے لیے مداخلت کرنی پڑے! گویا وہ 1971ء کا ایکشن ری پلے کرنے کی سوچ رہا ہے!

اس صورتِ حال میں ایک جانب تو تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کی دردمندانہ درخواست صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف سے ہے کہ اگر وہ واقعتاً ''سب سے پہلے پاکستان'' پر یقین رکھتے ہیں تو اس کے وجود اور بقا پر اپنے ذاتی اقتدار کو مقدم نہ رکھیں، بلکہ داخلی اور خارجی دونوں اطراف سے آنے والی ''صدائے خلق'' کو ''نقارۂ خدا'' سمجھتے ہوئے جلد از جلد صدارتِ پاکستان اور چیف آف آرمی اسٹاف کے دونوں عہدوں سے علیحدہ ہو جائیں —— اور اس سے قبل ایمرجنسی کو ختم کر کے اس کے تحت اٹھائے گئے اقدامات کو واپس لے لیں! اور اس سے پہلے کی عدلیہ کو بحال کر دیں!

اور دوسری جانب بحالیٔ جمہوریت کے لیے جو گرینڈ الائنس بننے جا رہا ہے اس کے قائدین سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی تحریک کو بالکل پُرامن رکھنے کو اپنی ''ذمہ داری'' سمجھیں اور بدامنی کی کوشش کرنے والوں کو اپنا اور ملک کا دشمن سمجھتے ہوئے خود پکڑ کر انتظامیہ کے حوالے کریں —— اور اگر خدانخواستہ حالات ان کے کنٹرول سے باہر ہوتے نظر آئیں تو پاکستان کی بقا کی خاطر اپنی تحریک کو Call off کر دیں —— جیسے آنجہانی گاندھی نے ایک احتجاجی تحریک کے دوران مشرقی ہند کے ایک شہر چورا چوری میں جب عوام نے پولیس کے تشدد پر مشتعل ہو کر ایک تھانے کو اس میں موجود سپاہیوں سمیت جلا دیا تھا تو اپنی تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا تھا!

اس کے ساتھ ہی ملک میں ایک دوسرا خلفشار بھی پاکستان کے وجود کی جانب اژدہا کے مانند جبڑا کھولے بڑھتا نظر آ رہا ہے۔ اور وہ ہے ملک میں ایک جانب انتہا پسند سیکولرزم اور مادر پدر آزاد روشن خیالی کے حامی اور دوسری جانب اسلامی تہذیب اور شعائر کے علمبردار اور ملک میں نظامِ اسلامی اور شریعتِ محمدیؐ کے نفاذ کے خواہش مند لوگوں کے مابین محاذ آرائی (polarisation) اور تصادم۔

اس ضمن میں یہ واضح رہنا چاہیے کہ ایک تو یہ ملک اسلام کے نام ہی پر بنا تھا' اور اسلام کے نفاذ سے قاصر رہنے کے باعث اپنا جواز (Raison d`etre) کھو رہا ہے ——— اور دوسرے افغانستان میں سوویت یونین کو شکست دینے کے لیے خود امریکہ اور اس کے حواریوں نے "جہاد" کی جو بھٹی دہکائی تھی وہ اب ان کی خواہشات اور مصلحتوں کے تابع نہیں رہی بلکہ ان کے کنٹرول سے باہر ہو گئی ہے' اور نہ صرف افغانستان میں نفاذ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد جاری ہے بلکہ پاکستان کے پختون علاقے میں بھی شروع ہو چکی ہے ——— اور یہ علاقہ وہ ہے جس کے بارے میں مشہور مصری ادیب اور مؤرخ علامہ شکیب ارسلان نے کہا تھا کہ سطح مرتفع پامیر سے شروع ہونے والے دو سلسلہ ہائے کوہ' یعنی جنوب مشرق کی جانب کوہ ہمالیہ' اور جنوب مغرب کی جانب کوہ ہندوکش' کے مابین جو مثلث وجود میں آتی ہے اس میں وہ قوم آباد ہے جس میں اسلام کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ اگر باقی پوری دنیا میں اسلام کی نبضیں ڈوب جائیں تب بھی یہاں اسلام کی نبض چلتی رہے گی ——— اس وقت نفاذ شریعت کی جو تحریک مالاکنڈ کے شمال میں واقع علاقوں میں چل رہی ہے اسے طاقت اور تشدد کے ذریعے ختم کرنا ممکن نہیں ہو گا ——— بلکہ اس کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے دستوری و قانونی اور تدریجی و پرامن راستہ کھول دیا جائے ——— یعنی دستور پاکستان میں موجود اسلامی دفعات جیسے دفعہ 2-A یعنی قرارداد مقاصد اور دفعہ 227 جس میں پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا عزم ظاہر کیا گیا ہے ——— ان کو غیر مؤثر بنانے والی دفعات ختم کر کے ایک جانب اسلامی آئیڈیالوجی کونسل کی جانب سے اب تک جو سفارشات پیش ہوئی ہیں انہیں عوام کے سامنے بھی لایا جائے اور انہیں پارلیمنٹ میں پیش کر کے قانون سازی کا آغاز کر دیا جائے اور دوسری جانب آئندہ کے لیے فیڈرل شریعت کورٹ پر عائد جملہ تحدیدات بھی ختم کر دی جائیں اور اس کے ججوں کا مرتبہ بھی کم از کم ہائی کورٹس کے ججوں کے مساوی رکھا جائے اور ان میں جملہ مسالک کے جید اور مسلم علماء کو شامل کیا جائے ——— تاکہ عوام کے جذبات کو تسکین حاصل ہو اور وہ غیر قانونی اور عسکریت پسندی کا راستہ اختیار نہ کریں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر موجودہ بحران بخیر و خوبی حل ہو بھی جائے' اور ملک میں ایک آزاد سیاسی حکومت قائم ہو جائے' جس میں صدر پرویز مشرف کے ساتھ یا ان کے بغیر پی پی پی اور ایم کیو ایم کو کوئی فیصلہ کن حیثیت حاصل ہو جائے اور وہ اپنے اعلان شدہ عزائم کے مطابق اس ملک میں ریاستی جبر کے ذریعے ننگے سیکولرزم کے نفاذ اور مغرب سے درآمد شدہ روشن خیالی رائج کرنے کی کوشش کریں اور بالخصوص دینی مدارس کے خلاف کوئی اقدام کریں جیسے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے کہا ہے تب ملک جلد ہی دوسرے بحران سے دوچار ہو جائے گا ——— اس ضمن میں اس حقیقت کی جانب توجہ مبذول کرانا ضروری ہے کہ اسلام آباد کی لال مسجد کے اندوہناک واقعے نے دینی مدارس کے طلبہ میں ایک ہیجانی کیفیت کی لہر دوڑا دی ہے ——— اور وہ نفاذ اسلام کے لیے جانیں قربان کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک بڑے اجتماع میں جو حال ہی میں مسجد مہابت خان پشاور میں منعقد ہوا تھا، نفاذ شریعت کے لیے منظم جدوجہد کرنے کے لیے ایک اہم عالم دین مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی گئی ہے ——— اگرچہ تاحال یہ امر موجب اطمینان ہے کہ مولانا موصوف نے اعلان کیا ہے کہ "ہم نفاذ اسلام کے لیے نہ انتخابات کا راستہ اختیار کریں گے نہ مسلح جدوجہد کا! بلکہ ایک پرامن عوامی تحریک چلائیں گے ——— تاہم یہ واضح رہے کہ پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد بہت بڑی ہے (کہا جاتا ہے کہ صرف وفاق المدارس سے منسلک یعنی دیوبندی مسلک کے مدارس میں سے اٹھارہ ہزار مردوں کے' اور چھ ہزار طالبات کے ہیں!) اور اگر خدانخواستہ بارود کے اس ذخیرے میں بھی کوئی چنگاری گر پڑی تو پھر جو آگ بھڑکے گی اسے بجھانا کسی کے بس میں نہیں ہو گا۔ اور وہی خوفناک سیناریو پھر سامنے آ جائے گا جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس خوفناک صورت حال کے سدِ باب کا واحد راستہ یہی ہے کہ اس ملک کے قیام کی وجہ جواز ——— اور اس کے عوام کی اکثریت کے دلوں کی خواہش یعنی نفاذ اسلام کے لیے حکومت بھی دستوری اور قانونی راستے کھول دے ——— اور عوام اور دینی عناصر بھی کسی عسکری تحریک کے بجائے ایک پرامن' منظم عوامی جدوجہد کا راستہ اختیار کریں ——— چنانچہ اسی کی دعوت تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان ہمیشہ سے پاکستان کے حکمرانوں' جملہ دینی جماعتوں اور عوام کو دیتی آ رہی ہے ——— اللہ سے دعا ہے کہ وہ پاکستان کی حفاظت فرمائے ——— اور اسے علامہ اقبال کے خواب' اور قائداعظم کے اعلانات کی صحیح تعبیر بنا کر ایک عالمی اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ بنا دے ——— آمین!

16 نومبر 2007

"غلبہ دین کے لئے ملک میں پرامن عوامی مزاحمتی تحریک ضروری ہے"

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد جامع القرآن' ماڈل ٹاؤن میں نماز جمعہ کے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دین اسلام کے بالفعل غلبہ اور نفاذ کے لیے جنگ' یعنی قتال فی سبیل اللہ ہر مسلمان پر' ہر حال اور ہر دور کے لیے فرض ہے خواہ اس کے مدمقابل ایک نام نہاد مسلمان حکومت ہی کیوں نہ ہو' البتہ انہوں نے کہا کہ ان کے نزدیک موجودہ دور میں دو بدو جنگ کی بجائے نسبتاً ایک زیادہ قابل عمل متبادل پرامن عوامی مزاحمتی تحریک کی شکل میں موجود ہے۔ پرامن ان معنوں میں کہ تحریک کے شرکاء قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہ لیں اور نہ ہی مفاد عامہ کے کاموں میں رکاوٹ پیدا کریں اور توڑ پھوڑ سے کام لیں۔ اس کے نتیجہ میں حکومت کی طرف سے تشدد تو ہو گا لیکن وہ ایک حد سے آگے نہیں جائے گا۔ جس کی ایک بہترین مثال وکلاء حضرات کی طرف سے کی جانے والی حالیہ تحریک ہے۔ البتہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ غلبہ دین کے لیے جنگ سے پہلے یہ لازم ہے کہ دعوت و تبلیغ کا حق ادا کر دیا گیا ہو گا اور تحریک کے کارکن اپنی زندگی میں اسلام پر عمل پیرا ہوں اور ان کے پیش نظر سوائے رضائے الٰہی کے حصول اور اپنی نجات اخروی کے کچھ نہ ہو' نیز ایسے کارکنوں پر مشتمل ایک قیادت میں ایک ایسی مضبوط اور منظم جماعت وجود میں آ چکی ہو جو بظاہر احوال حکومتی جبر و تشدد اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتی ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حق و باطل کے درمیان ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ اب زیادہ دور نظر نہیں آتی جس کا آغاز امریکہ اور اس کے حواریوں کی طرف سے ہو چکا ہے، تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس آخری معرکہ سے قبل مسلمانوں پر خصوصاً عرب اور پاکستانی مسلمانوں پر ایک بہت بڑا عذاب آئے گا کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے کہ جب کوئی مسلمان قوم اللہ سے بدعہدی اور اسلام سے انحراف کے جرم کا ارتکاب کرتی ہے تو اللہ اسے شدید ترین عذاب سے دوچار کرتا ہے تاہم آخری فتح ان شاء اللہ حق کی ہو گی جس میں حضرت مسیحؑ اور حضرت مہدی اہم کردار ادا کریں گے۔ (معتمد ذاتی: سردار اعوان)

حاصلِ اجتماع

ملتزم رفقاء کے اجتماع سے

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کا اختتامی خطاب

رفقائے محترم! سب سے پہلے تو ہم سب پر اللہ کا شکر واجب ہے۔ اسی کی تائید اور توفیق سے یہ اجتماع بخیر و عافیت اب اپنے آخری حصے میں داخل ہو چکا ہے۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ﴾ یہ ہمارے بس کی بات نہیں تھی۔ اسی کی تائید اور توفیق کے ساتھ اس کا انعقاد ہوا۔ چنانچہ ایک ترانہ جو تسبیح وتحمید پر مشتمل ہے، اس وقت زبان پر آ رہا ہے۔ اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا اس میں اللہ تعالیٰ کی تکبیر بھی ہے، تحمید بھی ہے، تسبیح بھی ہے۔ شکر صد شکر کہ جماژہ بمنزل رسید۔

آگے بڑھنے سے پہلے میں آپ سے ایک دعا کا طالب ہوں۔ دعا کیجیے کہ میں اپنے مافی الضمیر کو بہتر طور پر بیان کر سکوں اور جو بات بھی زبان سے نکلے وہ سچی ہو اور حق ہو۔ (آمین!)

اجتماع کے بارے میں عرض کروں گا کہ یہ ایک بڑا منفرد اجتماع ہوا۔ بنیادی طور پر یہ مشاورتی اور تربیتی اجتماع تھا، سالانہ اجتماع عام نہیں تھا، اور جس انداز سے یہ اس بار منعقد ہوا وہ بھی منفرد اور نرالا انداز تھا اور الحمد للہ یہ بہت موثر اور مفید رہا۔ یہاں رفقاء کو گروپوں میں جو تقسیم کیا گیا اس میں ایک بہت ہی خوبصورتی کا پہلو یہ تھا کہ ہر حلقے میں پورے پاکستان کی نمائندگی موجود تھی۔ اس طریقے سے ایک دوسرے کے قریب آنے، ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کو جاننے اور ایک دوسرے کے دینی جذبات کے اثر ونفوذ کو قبول کرنے کا زیادہ بہتر موقع میسر آیا۔ پھر مصاحبت کا تصور بھی بہت ہی قابل قدر ہے جو یہاں پر آپ کو ملا ہے۔ تقاریر کے بجائے مذاکروں کا انداز افہام وتفہیم کے لیے بہت موثر اور مفید ہوتا ہے جسے آپ نے محسوس کیا ہوگا۔ اسی طرح انتظامی پہلو بھی بہت قابل تحسین رہے۔ چنانچہ اس اجتماع کی منتظمہ ٹیم، خالد صاحب اور ان کے سب ساتھی مبارک باد اور شکریے کے مستحق ہیں۔ ان حضرات نے جس طرح دن رات محنت کی اور جس لگن سے کام کیا وہ بہت ہی قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا کرے، جزاھم اللہ احسن الجزا۔

حالات حاضرہ کے حوالے سے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اشارے میں بات کروں گا۔ ایک اعتبار سے پاکستان کے حالات کے حوالے سے ناامیدی اور مایوسی کی کیفیت ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ شاید اب اس ملک کی مہلت ختم ہو رہی ہے اور اللہ کی طرف سے ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہم پر آخری عذاب کا وقت شاید آ گیا ہے۔ تو یہ ایک اعتبار سے انتہائی مایوسی اور بددلی کی فضا ہے۔ عالمی اعتبار سے بھی حالات بظاہر امید افزا نہیں ہیں۔ لیکن جیسا کہ رئیس امروہوی کا شعر ہے، ان کی شخصیت کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس شعر کے اندر جو اصل جذبہ و پیغام ہے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے: ؎

رئیس اہلِ نظر سے کہہ دو کہ آزمائش سے جی نہ ہاریں
جسے وہ مشکل سمجھ رہے ہیں وہی تو بگڑی بنا رہی ہے

اسی مضمون کو اس معروف شعر میں بھی باندھا گیا ہے ؎

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

چنانچہ موجودہ ناموافق حالات کے باوجود ہمارے لئے متعدد حوصلہ افزا پہلو موجود ہیں۔ آخرت کے اعتبار سے ایک نہایت خوش آئند اور امید افزا پہلو ہمارے لیے یہ ہے کہ ان مشکل اور ناسازگار حالات میں اگر ہم خلوص و اخلاص کے ساتھ شہادت حق کا کام کرتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کی وہ بشارت جو حضرت علیؓ کو آپؐ نے تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمائی تھی، ہمارے لئے عظیم بشارت کا درجہ رکھتی ہے: ''تمہارے ذریعے سے اگر اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو بھی راہِ ہدایت پر لے آئے تو یہ سرخ اونٹوں سے بڑھ کر دولت ہے۔'' یہ وہ کام ہے جس کے بارے میں قرآن نے بھی ضمانت دی ہے کہ اصل اور عظیم ترین کامیابی شہادت علی الناس اور اقامت دین کی جدوجہد میں جان، مال، اوقات اور صلاحیت کھپانے والوں کے لیے ہی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو قرآن مجید میں بار بار یہ نوید دی گئی ہے: ﴿وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ چنانچہ ہمارے لئے اصل جذبۂ محرکہ تو آخرت کی کامیابی ہے۔ لیکن وَاُخْـرٰی تُحِبُّوْنَهَا یعنی دُنیوی کامیابی کی خواہش بھی ہماری ایک کمزوری ہے۔ اس کے حوالے سے ہم تلاش کرتے ہیں کہ ہمیں کہیں سے اُمید کی کوئی کرن نظر آئے۔ تو امید کی کرنیں بھی الحمد للہ موجود ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد نامساعد اور ناموافق حالات کے باوجود تنظیم کے قافلے کے اندر بحمد اللہ بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ یہ اللہ کا خاص فضل اور بہت بڑا احسان ہے۔ میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا کہ اس میں ہماری کوششوں کو دخل بہت ہی کم ہے۔ ہماری کوششیں بہت حقیر ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ پذیرائی فرما رہا ہے، وہی ہے جو اسباب مہیا کر رہا ہے۔ قرآن کی یہ دعوت میڈیا کے ذریعے جس طرح پہنچی ہے تو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی نے یہ راستہ کھولا ہے۔ اور بڑے وسیع پیمانے پر قرآن کی دعوت سے لوگ متعارف ہوئے ہیں۔ پھر یہ کہ افغانستان میں سقوط قندھار کے بعد بالعموم مسلمانوں کو شدید مایوسی ہوئی تھی۔ اگرچہ دنیا کی فتح وشکست کا زیادہ اثر قبول نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے بعد بحمد اللہ وہاں کی صورت حال بڑی اُمید افزا ہے۔ طالبان کی استقامت سے ہمارے دلوں کو بھی حرارت ملتی ہے۔ امریکہ جیسی بڑی قوت جس کے تصور سے دنیا کانپتی ہے اور جس کے سامنے ہمارے حکمران بھی بغل میں ایٹم بم رکھتے ہوئے ایک ہی دھمکی سے بچھ گئے تھے، لیکن طالبان کی استقامت دیکھیے کہ وہ صرف ایک عالمی طاقت ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام عالمی قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ ''مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی'' والی بات انہوں نے عملاً سچ کر دکھائی ہے، اور الحمد للہ اس کا نتیجہ بھی نکل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مجاہد بندوں کی جس طرح وہاں حفاظت کی ہے اور جس طریقے سے انھیں استقامت، پامردی اور ہمت عطا کی ہے وہ اصل میں ہمارے لیے حوصلہ بخش امر ہے۔ دوسری طرف قبائلی علاقے سے جس طرح کی خبریں آ رہی ہیں کہ طالبان کا اثر ونفوذ وہاں بھی بہت واضح طور محسوس کیا جا رہا ہے، پھر سوات کے علاقے میں نفاذ شریعت کی جو تحریک ابھری ہے، (اللہ تعالیٰ انھیں استقامت عطا فرمائے۔) یہ سب اُمید کی کرنیں ہیں، جن کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح

حال ہی میں تحریک طلبہ وطالبات برائے نفاذ شریعت کا قیام اور اس میں علماء حق کا جمع ہونا، یہ بھی ایک خوش آئند بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں ان کی مدد فرمائے۔

مشاورت کی مجالس کے دوران بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا گیا۔ میں ان میں سے صرف ایک کے بارے میں چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ ہمارے ہاں رحماء بینھم کی کمی ہے جبکہ حزب اللہ کے اوصاف میں قرآن مجید نے بڑے اہتمام سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ سورۃ المائدہ میں بھی یہ مضمون آیا ہے اور سورۃ الفتح کے آخر میں بھی آیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے ہاں رحماء بینھم کی وہ کیفیت کیوں نہیں پیدا ہوتی۔ اس سے پہلے بھی میں نے یہ سبب بتانے کی کوشش کی ہے، آج پھر اس کو واضح کروں گا۔ سورۃ الفتح میں جہاں یہ مضمون آیا، اگلی سورت ''سورۃ الحجرات'' کے اندر بھی مسلمانوں کی اخوت باہمی پر بہت زور ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ﴾ اس امت کے سامنے ایک مشن ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ امت کی شیرازہ بندی کی بنیاد محمد رسول اللہؐ سے محبت اور عقیدت اور آپؐ کی سنت کے اتباع پر ہے۔ وہیں پر چھ مجلسی اور اخلاقی برائیوں کا بڑے اہتمام کے ساتھ ذکر ہے۔ یہ وہ برائیاں ہیں جو دلوں کو قریب نہیں آنے دیتیں۔ رحماء بینھم کے رستے کی سب سے بڑی رکاوٹ یہی مجلسی اور اخلاقی برائیاں ہیں جن کو ہم کبھی اہمیت دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو ہمیں بھی بری لگتی ہیں: ﴿لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾ کے حوالے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کا مذاق اڑانا اچھی بات نہیں ﴿وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ﴾ عیب چینی بھی اچھی بات نہیں ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ برے نام سے پکارنا، اس کے بارے میں بھی ہم کچھ نہ کچھ احساس رکھتے ہیں۔ لیکن اگلی جو تین برائیاں ہیں ان کے بارے میں سرے سے ہمارے اندر وہ حس پیدا نہیں ہو رہی حالانکہ یہی برائیاں دراصل مسلمانوں کی اجتماعیت کی سم قاتل ہیں۔

ان میں سے پہلی سوئے ظن ہے۔ جس کے بارے میں فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ ''اے اہل ایمان! زیادہ ظن سے بچو، بے شک بعض ظن گناہ ہیں۔'' مراد ہے بدگمانی، سوء ظن۔ یہ بظاہر تو غیر محسوس سی چیز ہے اور قابل دست اندازی پولیس بھی نہیں ہے۔ آپ کسی کے بارے میں اپنے سطحی مشاہدے کی بنیاد پر کوئی ایک رائے دل میں قائم کر لیتے ہیں اور وہ رائے منفی ہے تو یہی سوء ظن ہے جو گناہ ہے، سورۃ الحجرات آپ کو معلوم ہے منتخب نصاب میں ایک اہم سبق کی حیثیت سے شامل ہے۔ مسلمانوں کی اجتماعیت کی بلند ترین سطح کی ہدایات اس میں ہیں لیکن یہ سوء ظن جو ہمارے نقطۂ نگاہ سے انتہائی چھوٹی خطا ہے، اسے اتنے اہتمام سے بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ سوء ظن کا دل میں رکھنا اور پالنا دلوں کو کبھی قریب نہیں آنے دے گا اور اس کا شعوری تدارک اگر ہم نہیں کریں گے تو قیامت تک یہی شکوہ کرتے رہیں گے کہ رحماء بینھم کی فضا پیدا نہیں ہو رہی۔ یہ بات کتنی عجیب ہے کہ ہم قرآنی تعلیمات کو جو اس سلسلے میں بیان کی گئی ہیں بیان تو خوب کرتے ہیں لیکن عملی طور پر انہیں اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں۔

اسی طرح فرمایا: ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ ''اور ٹوہ میں نہ لگے رہو۔'' اور یہ بھی اسی میں ہوتا ہے کسی کے بارے میں سوء ظن ہو گیا، اب ٹوہ میں لگے ہوئے ہیں۔ اب ایک خاص رنگ کا چشمہ آنکھوں پر لگ گیا، اسی عینک سے اپنے بھائی کے ہر عمل کو دیکھا جا رہا ہے۔

آگے فرمایا: ﴿وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا﴾

اب آگے بڑھ کر ایک دوسرے کی غیبت ہو رہی ہے۔ عدم موجودگی میں اس کی برائی کو شیئر بھی کر رہے ہیں۔ کسی کے بارے میں کوئی اطلاع پہنچی، پہنچانے والا بھی بظاہر معتبر ہے۔ اور فرض کریں وہ برائی اس میں ہے اور پہنچانے والے نے بھی بغیر نمک مرچ مصالحے کے اضافے سے پہنچائی ہے اور آپ بھی آگے بغیر نمک مرچ لگائے بیان کر رہے ہیں، تب ہی یہ غیبت ہے، (ورنہ تو بہتان ہے) اور غیبت اتنا بڑا گناہ ہے کہ فرمایا: ﴿اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ پس تم اسے تو ناپسند کرتے ہو۔'' جماعتی زندگی میں بھی یہ ہوتا ہے کہ اجتماعی غیبت ہو رہی ہوتی ہے۔ خاص طور پر نظم بالا کے بارے میں، اپنے نقیب کے بارے میں، مقامی امیر کے بارے میں علیٰ ھذا القیاس۔ نظم بالا کی بلند سطح تک اگر کسی سے شکایت پیدا ہو گئی ہے تو پھر اس کو شیئر کیا جاتا ہے۔ جبکہ یہاں اصل تعلق امیر ہو یا مامور ہو دونوں طرف نصح و خیر خواہی کا ہونا چاہئے۔ اس کے حوالے سے ہمارے دین میں بہت واضح ہدایات ہیں۔ اگر کسی کے بارے میں آپ کو کوئی غلط بات پہنچی ہے، یا ایک ایسا ظن آپ کے پاس آ گیا ہے کہ جسے بدگمانی کہا جا سکتا ہے تو اس آدمی سے جا کر فوری وضاحت طلب کریں کہ مجھے آپ کے فلاں عمل سے یہ گمان پیدا ہوا، ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں۔ وضاحت اسی سے مانگیں اور دل کو صاف رکھیں۔ جیسا کہ بہت سی احادیث ہیں کہ وہ لوگ جو رات کو ایسے سوئیں کہ کسی کے بارے میں کوئی غل اور کدورت نہ ہو، انھیں نبیؐ نے آئیڈیل قرار دیا۔ پھر یہ کہ کسی کے بارے میں یقین بھی ہو گیا مثلاً نقیب کی غلطی ہے، خطا ہے، سب سے پہلے جا کر اسے سمجھائیں تنہائی میں خلوص و اخلاص کے ساتھ، اور اگر وہ پھر بھی نہیں مان رہا تو اوپر والے نظم تک اطلاع دیں۔ لیکن بدگمانیوں اور برائیوں کو آپس میں شیئر کرنا، یہ وہ چیز ہے جو جماعتی شیرازہ بندی کے لیے سب سے زیادہ مہلک ہے۔ قرآن مجید اسے نجویٰ کہتا ہے۔ جماعتی غیبت کے لیے قرآن کی اصطلاح نجویٰ ہے۔ یہ منتخب نصاب نمبر 2 کے اندر وہ مقامات ہیں جن میں ان کی پوری تشریح ہے۔ یہ وہ شے ہے جسے قرآن کہتا ہے ﴿اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ﴾ (المجادلہ) ''نجویٰ شیطان کے کاموں میں سے ہے''۔ تم تو بڑے خیر خواہ بن کر آپس میں اوپر والوں کے بارے میں Discuss کر رہے ہو، لیکن یہ شیطانی عمل ہے۔ جو کمی محسوس ہوتی ہے ان سے جا کر براہ راست بات کرو۔ نصح و خیر خواہی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ یہ بات کس قدر ناانصافی کی ہے کہ آپ اپنی بدگمانی کو دوسروں کی طرف ٹرانسفر کر رہے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو رحماء بینھم کی فضا پیدا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔

اور جب تک شعوری طور پر ہم اپنے آپ کو صاف نہیں کریں گے یہ شکایت مستقل رہے گی۔ ہم علمی و فکری سطح پر کتنے ہی Convince ہو جائیں کہ یہ دینی فرائض ہیں اور ان کے لیے جدوجہد کا ارادہ بھی ہو، لیکن اگر یہ کمزوریاں ہمارے اندر ہیں تو ہم اس رستے پر آگے نہیں جا سکتے اور اگر آگے چلے جائیں گے تو کسی وقت نفس اژدہا کا کر ہمیں پچھاڑ دے گا اور بڑی آسانی کے ساتھ شیطان کا تر نوالہ بن جائیں گے۔ ان ساری چیزوں کو بھی اتنی ہی اہمیت دیجیے جتنا کہ شہادت علی الناس اور اس کے تقاضوں کو دیتے ہیں۔ الحمد للہ، اس اجتماع میں ان چیزوں کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔

آج میں نے ایک حدیث کا انتخاب کیا ہے، جسے آپ اجتماع کا حاصل اور تحفہ سمجھ لیجیے۔ حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں اور یہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں درج کی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بھی کتاب الاداب کے تحت یہ حدیث آپ کو مل جائے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ((ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِکَاتٌ)) تین چیزیں ہیں جو نجات دینے والی ہیں۔ وہ نجات جس کی ہم سب کو ضرورت ہے۔ عذاب الیم سے نجات جو ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اور تین خصلتیں وہ ہیں جو انسان کو ہلاک

کرنے والی ہیں، اُخروی اعتبار سے۔((فَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ)) نجات دینے والی، عذاب سے بچانے والی، خسارے سے بچانے والی چیزوں میں سے پہلی ہے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا، ہر حال میں کھلے اور چھپے، ظاہراً اور باطناً۔ یہ بنیاد ہے۔ یقین قلبی کے لیے بھی تقویٰ ضروری ہے۔ اللہ کو ماننے کے بعد اس کے احکامات کو ماننا شروع کرو۔ حرام سے اور گناہوں سے بچو گے تو وہ یقین قلبی کا نور اندر آئے گا اور مقام توکل جو اس دنیا میں تمہارا بہت بڑا سرمایہ ہے یا مقام تسلیم و رضا ان مقامات تک تقویٰ کے ذریعے ہی رسائی ہوگی۔ یہ تو بنیاد ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا جائے، یعنی گناہوں سے بچنے کی شعوری کوشش۔ دیکھئے مقام توکل یا مقام تسلیم و رضا ایک مقام کا نام ہے جو بڑے خوش قسمت انسانوں کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لئے جو طرز عمل مطلوب ہے، جس کے نتیجے میں وہ مقام حاصل ہوگا، وہ تقویٰ کا طرز عمل ہے۔ گناہوں سے بچنے کا طرز عمل۔ شعوری طور پر ہر گناہ سے چھپے، کھلے بچنا، اس کا اہتمام کرنا یہ ہے جس کی بار بار تاکید ہوئی ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ اور ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ قرآن مجید میں 77 مرتبہ تقویٰ کی تاکید آئی ہے۔ کیونکہ یہ بنیاد ہے۔ اگر یہ وصف نہیں ہے تو جنت میں پہنچنا بڑا مشکل ہے۔ اس کے بغیر اگر تم نے اونچی چھلانگیں لگائیں بھی تو نفس اور شیطان تمہیں کسی مرحلے پر پچھاڑ لے گا۔

دوسری چیز ہے:((وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ)) ''عدل و انصاف کی بات کہنا، حق بات کہنا۔ چاہے کوئی خوش ہو، چاہے یا ناراض'' ہر حال میں حق بات پر قائم رہنا، یہ بہت اونچی شے ہے۔

تیسری ہے:((وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَا وَالْفَقْرِ)) ''غنا کی حالت ہو یا فقر ہو (اللہ تعالیٰ نے فراخی دی ہے، خوشحالی عطا کی ہے یا وہ تنگ دستی سے آزما رہا ہے،) دونوں حالتوں میں میانہ روی پر قائم رہنا۔'' ظاہراً اس میں جو اصل پیغام ہے وہ یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اگر خوشحالی دے، فراخی دے تو اپنے کو اتنا او نچا مت لے جاؤ کہ جب وہ تنگ دستی سے آزمائے تو تمہارے لیے عذاب ہی کی شکل بن جائے۔

((وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ)) اور جو ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں، ان میں پہلی وہ خواہش نفس ہے کہ جس کا اتباع کیا جائے۔ اگر نفس کے گھوڑے کو لگام نہیں دے سکتے تو تمہارے لئے تباہی اور بربادی ہے۔ اس نفس کے گھوڑے کو لگام دینے کے لیے تزکیہ کی ضرورت ہے۔ اور اِس مقصد کے لیے بہت ہی موثر شے قرآن کے ساتھ رات کے اوقات میں قیام ہے ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ اصل میں نفس منہ زور گھوڑا ہے۔ مقام دعوت میں تو تقاضا یہ ہے کہ اسے کنٹرول کیا جائے۔ کسی شخص نے چبھتا ہوا جملہ کہا تو آپ چاہیں گے کہ نہلے پہ دہلہ ماریں۔ اور اللہ نے آپ کو وہ صلاحیت بھی دی ہے۔ اس وقت اپنے آپ کو روکنا ضروری ہے۔ نفس کو کنٹرول کرنے کے لیے رات کا اُٹھنا، رات کو جاگ کر قرآن پڑھنا بہت مفید ہے۔''ادفع بالتی ھی احسن'' جو مقام دعوت کا لازمی تقاضا ہے، اس پر آپ عمل پیرا نہیں ہو سکتے جب تک کہ نفس کو لگام نہ دیں۔

مہلکات میں دوسری شے جو بیان ہوئی وہ ہے: ((وَشُحٌّ مُطَاعٌ)) یعنی ''وہ بخل جس کی پیروی کی جائے۔'' بخل کسی میں کم کسی میں زیادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر انسان بخیل بن گیا، کنجوس بن گیا اور اس کا طرز عمل بخالت ہو گیا تو یہ بھی ہلاک کرنے والی شے ہے۔ چاہے اُس پر ہدایت منکشف ہو چکی ہے لیکن اس کی یہ مزاجی کمزوری، اس کی یہ بخالت اسے ہلاکت تک پہنچا سکتی ہے۔ اس کا بھی علاج قرآن مجید میں بتایا گیا۔ بخل علامت ہے دنیا کی محبت اور مال کی محبت کی۔ اِس کا جو علاج تجویز کیا گیا، وہ ''انفاق'' ہے یعنی دل پر جبر کر کے کڑوا گھونٹ بھر کے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تب ہی یہ نکلے گی ورنہ یہ نکلنے والی شے نہیں۔ اس مرض سے بچنے کے لیے انفاق ضروری ہے، انفاق فی سبیل اللہ۔ یہ سلوک قرآنی کا دوسرا حصہ ہے۔ یہ تزکیہ کا بھی ذریعہ ہے۔ مال خرچ کرو، زکوٰۃ کے لفظ کے اندر پورا مفہوم موجود ہے کہ مال خرچ کرنے سے باطنی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

مہلکات میں تیسری اور سب سے بھاری شے عُجب ہے((وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ)) یعنی ''آدمی کی خود پسندی کی عادت اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے''۔ انسان اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے۔ اگرچہ یہ تکبر سے ہلکا ہے۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں یہ تکبر کی پہلی منزل ہے، مگر اس کو بھی مہلک قرار دیا گیا۔ کوئی شخص اپنے آپ کو عقل کل سمجھ رہا ہے۔ کوئی شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ بس میں ہی ہدایت پر ہوں اور باقی بالکل گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں سرگرداں رہے ہیں۔ کسی کو اپنی دینی قربانیوں اور خدمات کے اعتبار سے عجب ہو گیا کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا۔ یہ ساری چیزیں مہلکات میں سے ہیں۔ اور اس کو ہلکا نہ جانو بلکہ ''ھی اشدھن'' یہ سب سے زیادہ بھاری ہے۔ یہ تینوں میں سب سے زیادہ شدید ہے، برباد کرنے والی ہے۔ میں کہوں گا کہ یہ وائرس ہے جو اصل میں سارے کیے کرائے کو ختم کر دیتا ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ اپنی خدمات کا چرچا کرنے کی بجائے اللہ کا کثرت کے ساتھ شکر ادا کیا جائے اور شکر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

یہ ساری چیزیں ہیں جن سے ہمیں بچنا ہے۔ عجب ان میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ شارحین حدیث نے اس میں لکھا ہے کہ یہ اس لیے بھی خطرناک ہے کہ ایسا کرنے والا اپنے آپ کو سمجھتا ہی نہیں کہ میں کوئی غلط کام کر رہا ہوں، کوئی برا کام کر رہا ہوں۔ لہٰذا وہ کیسے اس سے بچے۔ دیکھئے، ایک شخص اپنے نفس کے ہاتھوں مجبور ہوا، اس نے کوئی غلط کام کیا۔ مثلاً نفس حاوی ہو گیا، اب اسے پتا ہے کہ میں نے غلط کیا ہے۔ کوئی بخیل ہے، بخالت کر رہا ہے، وہ سمجھ رہا ہے کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے، اگرچہ اپنے مزاج کے ہاتھوں مجبور ہے۔ لیکن جو شخص کبر یا عجب میں مبتلا ہے اسے اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ یہ سب سے خطرناک مرض ہے اور اس کے کچھ مظاہر بھی ہیں مثلاً دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ اگر ہمارے اندر یہ کیفیت پیدا ہوئی ہے تو پھر ہمیں متنبہ ہو جانا چاہئے کہ یہ وائرس ہمارے اندر سرایت کر رہا ہے۔ اسی طرح اپنی تعریف سن کر خوش ہونا، یہ بھی انسان کی کمزوری ہے۔ لیکن اگر اس کی حوصلہ افزائی انسان کرنے لگے تو یہ سمجھ لیں کہ اس وائرس کا حملہ ہو گیا۔ اسی طرح اپنی کاوشوں اور قربانیوں پر یہ احساس کہ میں نے بڑا کام کیا، بہت خطرناک ہے۔ خود کو عقل کل سمجھنا، اور دوسروں کی بات توجہ سے نہ سننا بھی عجب کے مظاہر میں سے ہے۔ ان سب سے بچنے کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔

اپنی گفتگو کے اختتام پر میں پھر ایک بار اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے اس پروگرام کو جو ہم نے تجویز کیا تھا، آخری انجام تک عمدہ طریقے سے پہنچا دیا۔ یہ اس کی توفیق ہی سے ممکن ہوا۔ اور تمام ساتھی جو اس میں تشریف لائے ان سب کا بھی میں شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس لیے کہ انہوں نے جان و مال کا ایثار کیا ہے۔ امراء حلقہ جات کا اس اعتبار سے شکریہ ادا کر رہا ہوں کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ سارا کام ممکن نہیں تھا۔ وہ ٹیم جس نے اس اجتماع کے انتظامات کیے ہیں میں دوبارہ اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ اس اجتماع کو ہماری اخروی نجات کا ذریعہ بنا دے۔ (آمین)

[مرتب: فرقان دانش خان)

ترکی اور یونان کے تعلقات

سید قاسم محمود

یونان کے ساتھ ترکی کے تعلقات ہمیشہ اختلاف و مخالفت، تصادم و معرکہ آرائی پر مبنی رہے ہیں۔ مغربی طاقتوں کی شہ پر یونان ترکی کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہتا ہے، اور مستقل طور پر کوئی ایسا مسئلہ اٹھائے رکھتا ہے، جس سے ترکی کو اندرونی اور خارجی سطحوں پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

یونان ایک عظیم الشان تہذیب اور تابناک فکر و فلسفہ کا بانی ہونے کا مدعی رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یونانی فلاسفہ اور اہلِ فکر و دانش ہی آج تک دنیاوی افکار و نظریات کے مؤسس اور رہنما کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اسکندر یونانی کی فتوحات یونان کے لیے مثالی نمونے کا کام کرتی ہیں۔ اپنے پورے فلسفے کو یونانی میغالی آئیڈیا (رفیع الشان فکر) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرقی رومی شہنشاہیت کی تشکیل نو ہونی چاہیے۔ اس میں موجودہ یونان، بحرایجہ (ایجین) کے جزائر، مغربی اناطولیہ، استنبول اور بلقان کے بیشتر حصے شامل ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اِن تمام علاقوں پر یونانیوں کی حکومت اُن کا موروثی حق ہے۔ یہ فکر برسرِ اقتدار جماعت کے رویے اور رُجحان کے مطابق عروج پذیر یا زوال آشنا ہوتی رہتی ہے۔

جس وقت ترکی میں پروفیسر نجم الدین اربکان اور اُن کی رفاہ پارٹی برسراقتدار تھی، یونان میں پاپاندریو کی صدارت میں اشتراکی تحریک کی حکومت تھی۔ ترکی میں احیائے اسلام کی تحریک کا آغاز تھا اور یونان اپنے قدیم یونانی ورثے پر نازاں تھا۔ چنانچہ دونوں ملکوں کے تعلقات کشیدہ ہوگئے، اور بحیرہ ایجہ کے جزائر کا مسئلہ بھی چھڑ گیا۔ قبرص کا مسئلہ بھی شدت پکڑ گیا۔ یونان نے مقدونیہ کی خودمختاری کے خلاف بھی سوال اٹھایا اور یورپی یونین میں ترکی کی رُکنیت پر بھی اُس نے اعتراضات وارد کیے۔ یورپی مشترکہ منڈی سے ترکی کو جو اقتصادی فوائد ملنے کی توقع تھی، اُس کے خلاف یونان نے زبردست مہم چلائی۔

بحیرۂ ایجہ ترکی اور یونان کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ اس میں تقریباً دو ہزار جزیرے ایسے ہیں جو یونان کے زیرِ نگیں ہیں اور چند جزائر پر ترکی کی حکومت کا قبضہ ہے۔ معاہدہ لوزان کے مطابق، جس نے سلطنتِ عثمانیہ کو بیشتر یورپی مقبوضات سے دست بردار کر دیا تھا، یہ جزائر یونان کے ساتھ ملا دیے گئے تھے، حالانکہ نقشے پر نگاہ ڈالیے تو اندازہ ہوگا کہ یہ جزائر یونان سے کہیں زیادہ ترکی کے قریب ہیں، اور اس لیے اُن پر ترکی کا حق زیادہ بنتا ہے۔ اب جھگڑا پیدا کرنے کے لیے یونان نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ سمندر کے پانی سے 6 میل کے بجائے 12 میل تک اس کا حق بنتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ سمندر میں یونان کا 72 فیصد غلبہ ہوگا، جبکہ ترکی کا قبضہ صرف 9 فیصد تک محدود رہ جائے گا اور 19 فیصد

یونان، یورپی ممالک اور امریکا سب مل کر کوشش کر رہے ہیں کہ قبرص پر یونان کا سابقہ قبضہ بحال ہو جائے۔ ترکی کا موقف یہ ہے کہ قبرص کا پورا جزیرہ اس کی ملکیت ہے اور وہ کسی صورت اس سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہے

بحری خطہ، کسی فریق کے قبضے کے بغیر کھلا رہے گا۔ اسی طرح یونان نے 1947ء کے ''معاہدۂ پیرس'' کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بحیرۂ ایجہ جزائر کو مسلح کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہی صورت حال بحرایجہ میں پٹرول کی دریافت اور استعمال کے بارے میں ہے، جس سے کشیدگی بڑھتی جاتی ہے۔

قبرص کا مسئلہ

قبرص کا مسئلہ بھی بڑا متنازعہ اور سنگین ہے۔ ترک مسلمانوں پر قبرصی حکومت بے پناہ مظالم کرتی رہی ہے۔ تنظیم ''ایوکا'' نے اُن کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ جزیرۂ قبرص میں جب سمپسون کی قیادت میں فوجی انقلاب آیا اور اُس نے قبرصی مسلمانوں کا مستقبل تاریک کرنے کے لیے یونان سے اس کا الحاق کرنا چاہا تو رفاہ پارٹی کے رہنما پروفیسر نجم الدین اربکان نے 20 جون 1974ء کو ترکی فوجیں قبرص میں اتار دیں۔ وہ اُس وقت نائب وزیر اعظم تھے۔ ترک فوجوں نے مسلم آبادی والے قبرصی حصے پر بہت جلد قبضہ کر لیا۔ اُس وقت سے قبرص دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصے پر یونان کا قبضہ ہے اور دوسرے حصے پر ترکی کا۔ اُس وقت سے یونان، یورپی ممالک اور امریکا سب مل کر کوشش کر رہے ہیں کہ یونان کا سابقہ قبضہ بحال ہو جائے۔ ترکی کا موقف یہ ہے کہ قبرص کا پورا جزیرہ اس کی ملکیت ہے۔ یہ تو برطانیہ کی شرارت تھی، جس نے یونان کے مفاد میں اپنے استعمار کے وقت اس کو یونان سے ملحق کر دیا جو سراسر غیر قانونی اور غیر اخلاقی زیادتی تھی۔ اس وجہ سے ترکی قبرص سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔

بعد میں کنعان اورن نے ایک دفعہ مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے اپنے دورِ صدارت میں قبرص سے دستبردار ہونے پر کچھ رضامندی ظاہر کی تھی، لیکن ترکی قوم میں اس پر زبردست احتجاج ہوا اور اُسے مجبوراً اپنے بیان کو واپس لینا پڑا۔

اقوام متحدہ اور اُس کے سیکرٹری جنرل بطرس غالی نے ہر چند کوشش کی کہ قبرص کے مسئلے کا کوئی ایسا حل نکل آئے جو یونان کے لیے قابلِ قبول ہو، خواہ مسلمانوں کے مفادات مجروح ہوں، لیکن انہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ شمالی قبرص کے صدر رؤف دنکتاش نے اعلان کیا کہ اُن کا ملک یونانی قبرص کے ساتھ کسی وفاق کو قبول نہیں کرے گا۔ اپریل 1994ء میں ترکی کی وزیراعظم تانسو چلر نے امریکا کا دورہ کیا تو سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کے امن مشن پلان پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اخبارات میں اُن کا بیان شائع ہُوا کہ وہ قبرص سے دست بردار ہونے کو تیار ہیں، اور یہ کہ وہ شمالی قبرص کے صدر رؤف دنکتاش پر دباؤ ڈالیں گی کہ اپنے موقف سے ہٹ جائیں، لیکن جب وہ ترکی واپس آئیں تو انہیں عوامی غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑا اور وہ صدر کلنٹن سے کیے گئے وعدوں سے مجبوراً دست بردار ہو گئیں۔ اس کے مقابلے میں یونانی حکومت ہنوز پورے جزیرۂ قبرص پر قابض ہونے کا خواب دیکھ رہی ہے، اور اُس کا دعویٰ ہے کہ جزیرے میں ترکوں کا وجود فقط چار صدیوں سے ہے،

جبکہ یہ جزیرہ ابتدا ہی سے یونان کا حصہ رہا ہے۔ اس لیے وہ پورے جزیرے کو مسلح کر رہے ہیں۔ اس وقت اُن کی تربیت یافتہ ریزرو فوج کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے جو سو فیصد عیسائی ہیں۔ یونان کے سیاسی و عسکری عزائم کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ یونانی (عیسائی) قبرص کے جنرل نے ایک فوجی اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''ایک ایک گھر اور ایک ایک گلی کے اندر جنگ لڑنے کے لیے ضروری ہے کہ یونانی قبرص کے ہر گاؤں اور قصبے کے ایک ایک بالغ شخص کو مسلح کر دو۔ ٹینکوں اور دُور تک مار کرنے والے ہتھیاروں کا توڑ کرنا بہت ضروری ہے۔ ہمارے پاس ایسے راکٹ ہونے چاہئیں، جن سے ہم ترکی بحریہ کو تباہ کر سکیں۔ ہمیں سریع الحرکت بحری فوج کی ضرورت ہے۔ خشکی پر چلنے والی توپیں اور آبدوز جنگی کشتیاں بھی درکار ہیں۔ جو جگہیں کمزور پڑ رہی ہیں، انہیں طاقتور اور مستحکم بنایا جائے۔ ہر فرد کے درمیان اسلحہ تقسیم کر دیا جائے۔''

معاملہ زبانی بیانات اور تقریروں تک محدود نہ رہا، بلکہ یونانی قبرص نے یونان کے ساتھ دفاعی معاہدہ بھی کر لیا، جبکہ ترکی حکومت اِس بات کے لیے تیار تھی کہ قبرص کے دونوں حصوں کا ایک وفاق تشکیل کیا جائے، بشرطیکہ صدر جمہوریہ کا تقرر باری باری ہو اور کابینہ میں 4 اور 6 کی نسبت قائم رکھی جائے، لیکن رفاہ پارٹی اور اُس کے قائد پروفیسر اربکان نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ انہوں نے وفاق کی تجویز کو یکسر مسترد کر دیا۔ اُن کا موقف یہ تھا کہ شمالی قبرص کو آزاد اور خود مختار ہونا چاہیے، اور اسے مضبوط اور مستحکم بنانا چاہیے۔ اسی سے جنگ بندی اور امن مشن کامیاب ہو سکتا ہے۔

صوبہ ترا قیا کا مسئلہ

ترکی اور یونان کے درمیان ایک اور اختلافی مسئلہ صوبہ ترا قیا کا ہے جو مشرقی شمالی یونان میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں بلغاریہ کی سرحدیں ہیں۔ جنوب میں بحیرۂ ایجہ کا پانی ہے اور ترکی سرحدوں سے اِسے دریائے مترج جُدا کرتا ہے۔ 1913ء تک صوبہ ترا قیا سلطنت عثمانیہ کا ایک اہم حصہ تھا۔ 1913ء کے بعد بلغاریہ کے مقبوضات میں شامل ہو گیا۔ پہلی جنگ عظیم میں اس پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا۔ پھر اسے یونان کے حوالے کر دیا گیا۔ 1923ء کے معاہدۂ لوزان کی رُو سے صوبے کی کُل آبادی دو لاکھ تھی، جس میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ 30 ہزار تھی۔ 1999ء میں آبادی تین لاکھ 60 ہزار تھی اور مسلمان ایک لاکھ 60 ہزار کی تعداد میں ہیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ 67 فیصد سے گھٹ کر 30 فیصد آبادی رہ گئی، اور جس صوبے میں وہ بھاری اکثریت میں تھے، وہاں اب اقلیت میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ وہاں مسلمان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں اور ایک بڑی تعداد نقل مکانی پر مجبور ہو گئی۔ پھر عیسائی حکومت کے قوانین بھی اُن کے خلاف ہر لحاظ سے ظالمانہ اور استبدادی ہیں۔ یونانی آئین کی دفعہ 19 کے مطابق وزیر داخلہ ہر غیر یونانی النسل شہری کی شہریت کو منسوخ کر سکتا ہے، اگر وہ کسی وجہ سے ملک چھوڑ رہا ہو۔ اس سے زیادہ تعجب خیز ملک کا یہ قانون ہے کہ الیکشن میں کسی امیدوار کی کامیابی کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ پورے یونان سے کم از کم تین فیصد ووٹ حاصل کرے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ کوئی مسلم امیدوار آج تک پارلیمانی الیکشن میں کامیاب نہیں ہُوا، خواہ اُس نے اپنے حلقے میں سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے ہوں، کیونکہ پورے یونان کی سطح پر اُسے تین فیصد ووٹ کبھی نہیں مل سکتے۔ ترا قیا کی یہ مسلم اقلیت المناک زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ وہ تمام سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی حقوق سے محروم ہیں، یہاں تک کہ اُن کی مذہبی زندگی بھی یونانیوں کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ آزادانہ اپنے مفتیوں اور ائمۂ مساجد کا انتخاب بھی نہیں کر سکتے۔ (جاری ہے)

✿✿✿✿✿

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ لڑکی عمر 24 سال، قد 5 فٹ 3 انچ، ذات راجپوت، اہل سنت والجماعت سے تعلق، تعلیم ایم اے ایجوکیشن (مع کمپیوٹر کی تعلیم) کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-4996362 5860092

☆ 29 سالہ پی ایچ ڈی پروفیسر بیٹی کے لئے دینی مزاج رکھنے والے لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکی کا تعلق راولپنڈی/اسلام آباد سے ہے۔

برائے رابطہ: (051)4491547

☆ نوجوان، عمر 30 سال، تعلیم ایم سی ایس، ذاتی کاروبار، قوم راجپوت کو دوسری شادی کے لئے دینی مزاج کی حامل صوم وصلوٰۃ کی پابند، کم از کم ایف اے پاس، خوب سیرت اور خوب صورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

0321-4133618 0345-6498098

دعائے صحت کی اپیل

☆ لاہور وسطی کے رفیق تنظیم محمد راشد اور ان کی اہلیہ حادثہ میں زخمی ہو گئے

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے

رجوع الی القرآن کورس

(برائے خواتین)

کورس کا آغاز: پیر 12 نومبر 2007ء کو ہو چکا ہے

اوقات تدریس: صبح 8:45 سے دوپہر 1:15 بجے

مضامین

تجوید، ترجمہ، سیرت، حدیث، فقہ، عربی گرامر اور تفسیر

بمقام: ریلوے ووکیشنل سکول، 178 شاہجہان روڈ، ڈاک خانہ، مغلپورہ

مزید معلومات کے لئے

ناظمہ رجوع الی القرآن کورس برائے خواتین

فون نمبرز: 9869194-0334 6634170

ایمرجنسی

محمد سمیع

حکومت نے تو اب ایمرجنسی نافذ کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوم ایک عرصے سے حالت ایمرجنسی میں ہے۔ میاں محمد نواز شریف کو ایمرجنسی تھی، جبھی انہوں نے اس وقت ایک نیا آرمی چیف مقرر کر دیا جبکہ موجودہ آرمی چیف ملک سے باہر تھا۔ فوج نے اس کو اپنی توہین سمجھا، لہٰذا اس نے ایمرجنسی میں میاں محمد نواز شریف کو برطرف کر دیا اور اس طرح اس نے اپنے موجودہ آرمی چیف کو اقتدار میں لا کر اس سے اظہار یکجہتی کا مظاہرہ کیا اور پھر ایمرجنسی میں ہی برطرف وزیراعظم پر طیارہ کی ہائی جیکنگ کا الزام لگا کر اسے سزا دینے کی ٹھانی۔ برطرف وزیراعظم نے ایمرجنسی میں برادر ملک کو ایس او ایس کال دی اور اس برادر ملک نے ایمرجنسی میں فیصلہ کر کے انہیں اپنے ہاں بلا لیا۔

دوسری طرف نائن الیون کے سانحے کے بعد ایمرجنسی میں ہی حکمرانوں نے امریکہ کی ایک ٹیلیفون کال پر ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا اور ایمرجنسی میں ہی سابقہ خارجہ پالیسی سے یوٹرن لیتے ہوئے افغانستان پر امریکی حملے کا ساتھ دیا۔ پھر اس کے بعد سے تو ایمرجنسی ہی ایمرجنسی ہے۔ مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر ایمرجنسی ہی کی حالت میں امریکہ کے حوالے کیا جانے لگا اور پھر جو اس کا ردعمل شروع ہوا ہے تو اس سے گویا اِس ہاتھ دے، اُس ہاتھ لے والا معاملہ شروع ہو گیا۔ وانا سے شروع ہونے والا ردعمل پورے قبائلی علاقے بشمول شمالی اور جنوبی وزیرستان سے ہوتا ہوا سوات اور پھر حکومت کے قلب اسلام آباد تک پہنچا۔ پہلے لال مسجد کا معاملہ سامنے آیا۔ انہیں کہا گیا کہ اپنے آپ کو حکومت کے حوالے کر دیں ورنہ سب مارے جائیں گے۔ پھر ملٹری ایکشن ہوا اور اس طرح دھمکی پوری ہو گئی۔ پھر خودکش حملے شروع ہو گئے۔ یہ ایمرجنسی کی ایک تصویر ہے۔

ایمرجنسی کی دوسری تصویر وہ ہے جس کا آغاز بلوچستان میں شورش سے شروع ہوا۔ انہیں کہا گیا کہ انہیں ایسی جگہ سے ہٹ کیا جائے گا کہ انہیں پتہ بھی نہیں ہوگا اور پھر اکبر بگٹی کو اسی قول پر عمل کرتے ہوئے ہٹ کیا گیا۔ اس کے بعد سے بلوچستان میں گیس پائپ لائنوں کو اُڑانے، آئے روز کے دھماکوں اور راکٹ حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔

ایمرجنسی کی تیسری تصویر جس کا آغاز 9 مارچ کو ہوا جب ایمرجنسی کی صورتحال میں چیف جسٹس کو برطرف کیا گیا اور اس کے نتیجے میں وکلاء کی تحریک برپا ہوئی اور سپریم کورٹ کے فیصلے پر انہیں دوبارہ اپنے عہدے پر بحال کیا گیا۔ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا جس پر حکومت کو کوئی ایمرجنسی میں اقدام کرنے پڑتے۔ لیکن برا ہو عدلیہ کا کہ اس نے چیف جسٹس کی بحالی کو عدلیہ کی آزادی تصور کیا اور اس کے نتیجے میں آزادانہ فیصلے دیئے جانے لگے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ایک آئینی دباؤ سے آزاد حکومت عدلیہ کی آزادی کو کس طرح برداشت کر سکتی تھی۔ لہٰذا یہی سب سے بڑا جواز اس ایمرجنسی کا بن گیا جو اب حکومت نے نافذ کی ہے۔

قارئین! حکومت کی جانب سے ایمرجنسی پر اتنے پریشان نہ ہوں بلکہ اپنے آپ کو حکمرانوں کی جگہ رکھ کر سوچیں کہ جب ملک میں اتنی ساری ایمرجنسیز جاری ہوں اور حکومتی رٹ چیلنج کی جانے لگے تو آپ کیا کرتے۔ ظاہر ہے کہ آپ گرینڈ ایمرجنسی نافذ کرتے۔ لوگ بھلے کہتے رہیں کہ آپ کی سوچ بھی ہمارے سابق حکمرانوں کی طرح ہے کہ تاحیات اقتدار آپ کا حق ہے۔ لہٰذا اس کو قائم رکھنے کے لیے ہر قسم کے اقدامات کرنا بھی آپ کا حق ہے۔ رہی یہ بات کہ اس سے ملک پر کیا اثر پڑے گا تو اس کی فکر نہ قوم کو ہے اور نہ اس کے حکمرانوں کو۔ یہ ملک آدھا رہ گیا ہے۔ اب خواہ پونا رہ جائے، سوا رہ جائے جب تک رہے، ہمارا اقتدار بھی ہونا چاہیے۔ خدانخواستہ نہ رہا تب دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اس کی فکر کیوں کی جائے۔ ہاں، ایک اور ایمرجنسی ہے جس کا سامنا ملک کو ہمیشہ رہا ہے اور وہ ہے مہنگائی کی جو اس وقت سے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے جب سے ملک وجود میں آیا ہے۔ اور موجودہ دور میں مہنگائی کے جو ایمرجنسی لگی ہے اس نے سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ اس پر مستزاد کرپشن کی ایمرجنسی بھی اپنی جگہ ہے۔ گزشتہ سال اس ایمرجنسی کی بدترین مثال چینی کا غائب ہو جانا تھا۔ موجودہ سال آٹے پر یہ ایمرجنسی نافذ ہے۔ ہوسکتا ہے اگلے سال یہ چاول پر نافذ ہو جائے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ لیکن عوام پر ایمرجنسی کی جو کیفیت ہے اس کی فکر نہ ان حکمرانوں کو ہے جو اپنے اقتدار کو قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں، نہ ان سیاستدانوں کو ہے جن کو تیسری بار وزیراعظم بننے کی ایمرجنسی ہے اور جن کا نعرہ ہی روٹی، کپڑا اور مکان ہے اور نہ ان کو جو سیاست سے فوج کو نکال باہر کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، جبکہ ان ہی کے بھائی برادر ہمیشہ فوجی اقتدار کو اپنا کاندھا فراہم کر کے تقویت پہنچاتے ہیں۔ یہ تو ہمارے ملک کی تاریخ ہے۔ عوام کی فکر کسی کو کیوں ہو۔ عوام تو ہوتے ہی کالانعام ہیں یعنی بھیڑ بکری اور دیگر چوپایوں کے مانند۔ ہمارے لیڈران کو یہودیوں سے یہ شکوہ ہے کہ وہ دنیا کے تمام غیر یہودیوں کو انسان نما حیوان gentile قرار دیتے ہیں، لیکن وہ خود اپنے عوام کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ کاش! ہمارے ملک میں کوئی ایسا حکمران ہوتا جو ایسی ایمرجنسی نافذ کرتا جس کے نتیجے ہیں:

1۔ ناجائز منافع خوروں، ذخیرہ اندوزوں اور بلیک مارکیٹیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکتا۔
2۔ رشوت، جوا، سودخوری اور دیگر کرپشن کا خاتمہ ہوتا۔
3۔ جرائم پیشہ گروہوں اور معاشرے میں موجود مختلف مافیاز کا خاتمہ کیا جا سکتا۔
4۔ لوگوں کو ان کے گھروں پر انصاف فراہم ہوتا جس کے نتیجے میں ملک امن و امان کا گہوارہ بنتا اور ظلم اور فساد کی ہر صورت کا خاتمہ ہوتا۔

لیکن ؏ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

✿✿✿✿✿

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ لاہور وسطی کے رفیق تنظیم شکیل احمد کی خوشدامن کا انتقال ہو گیا
☆ تنظیم اسلامی گجرات کے رفیق محمد عرفان ڈار کی والدہ انتقال کر گئیں

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سٹون ایج

جاوید چودھری

رچرڈ آرمٹیج 1945ء میں بوسٹن میں پیدا ہوا تھا اور وہ امریکی بحریہ سے ہوتا ہوا 1973ء میں سیاست میں آ گیا اور 23 مارچ 2001ء کو وہ امریکی وزارت خارجہ میں ڈپٹی سیکرٹری بن گیا۔ گیارہ ستمبر 2001ء کو جب ورلڈ سینٹرز کا سانحہ پیش آیا تو آئی ایس آئی کے اس وقت کے سربراہ جنرل محمود احمد امریکہ میں تھے۔ رچرڈ آرمٹیج فوری طور پر انہیں ملا اور افغانستان، طالبان اور القاعدہ کے خلاف پاکستان سے مدد طلب کی۔ جنرل محمود احمد نے جواب دیا وہ تنہا یہ فیصلہ نہیں کر سکتے، وہ امریکی حکومت کا یہ پیغام جنرل مشرف تک پہنچائیں گے اور باقی فیصلہ ان کی حکومت کرے گی۔ رچرڈ آرمٹیج اس جواب پر جنرل محمود سے ناراض ہو گیا اور اس نے انہیں انگلی دکھا کر دھمکی دی ''اگر تم لوگوں نے اس جنگ میں ہمارا ساتھ نہ دیا تو ہم پاکستان پر بمباری کر کے اسے پتھر کے زمانے میں دھکیل دیں گے''۔ جنرل محمود احمد پاکستان واپس آئے اور صدر مشرف کو رچرڈ آرمٹیج کا پیغام پہنچا دیا۔ بعد ازاں رچرڈ آرمٹیج کے دباؤ پر جنرل محمود کو آئی ایس آئی سے ہٹا دیا گیا۔

رچرڈ آرمٹیج کی دھمکی کا ذکر صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنی تہلکہ خیز کتاب ''ان دی لائن آف فائر'' میں بھی کیا۔ صدر 2006ء میں اپنی کتاب کی لانچنگ کے لئے امریکہ گئے تو انہوں نے مشہور امریکی ٹیلی ویژن سی بی ایس کے میگزین شو 60 منٹ میں انٹرویو دیا اور اس انٹرویو میں خصوصی طور پر رچرڈ آرمٹیج کی اس دھمکی کا ذکر کیا۔ صدر صاحب نے فرمایا، رچرڈ آرمٹیج نے جنرل محمود سے کہا تھا "Be prepared to go back to the stone age" یہ پروگرام نشر ہوا تو امریکہ کے میڈیا نے طوفان کھڑا کر دیا۔ یہاں تک کہ وائٹ ہاؤس کے ترجمان ٹونی سنو وضاحت پر مجبور ہو گئے۔ اس دن رچرڈ آرمٹیج نے بھی این بی سی نیوز کو انٹرویو دیا اور اس دھمکی کی تردید کر دی۔ اس کا کہنا تھا ''میں نے جنرل محمود سے کہا تھا پاکستان کو اس وقت یہ واضح کرنا ہو گا، وہ ہمارا دوست ہے یا مخالف۔ ہم اس نازک وقت میں سفید کو سفید اور سیاہ کو سیاہ دیکھنا چاہتے ہیں''۔ پاکستانی قیادت امریکی حکومت اور رچرڈ آرمٹیج کی وضاحت پر خاموش ہو گئی تھی لیکن جنرل محمود احمد آج بھی دوستوں کی محفل میں رچرڈ آرمٹیج سے اپنی ملاقات، اس کے لب و لہجے اور دھمکی کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے ''میں آخری سانس تک اس کا لہجہ اور انگلی کا اشارہ نہیں بھول سکتا''۔

ہم نہیں جانتے رچرڈ آرمٹیج نے 2001ء میں ہمارا کان براہ راست پکڑا تھا یا اس نے ہاتھ گھما کر ہماری گردن کے پیچھے سے ہمارا کان کھینچا تھا۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے آرمٹیج نے ''ہم سفید کو سفید یا سیاہ کو سیاہ دیکھنا چاہتے ہیں'' کہا تھا یا اس نے براہ راست ''پتھر کے زمانے'' کی دھمکی دی تھی۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں اس نے ہاتھ باندھ کر ہم سے مدد طلب کی تھی یا جنرل محمود کے سامنے انگلی لہرائی تھی۔ اور ہم یہ بھی نہیں جانتے اس نے ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حکم دیا تھا یا پھر سر جھکا کر عاجزی اور انکساری کے ساتھ درخواست کی تھی لیکن یہ بات طے ہے ہم آج امریکی بمباری کے بغیر سٹون ایج میں پہنچ سکے ہیں۔ ہم آج وہاں آ چکے ہیں جہاں رچرڈ آرمٹیج ہمیں 2001ء میں پہنچانا چاہتا تھا۔

> آج ہم نے ثابت کر دیا وہ ملک جسے رچرڈ آرمٹیج اور اس کا امریکہ سٹون ایج میں نہیں پہنچا سکا تھا اسے ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھر کے زمانے میں دھکیل دیا۔ ہم نے آج کے مائیکرو پراسیس کے دور میں اپنے لئے پتھر کا راستہ منتخب کر لیا ہے اور ہم سٹون ایج کے سٹون بن گئے

سٹون ایج اور ماڈرن ایج میں کیا فرق ہے؟ پتھر کے زمانے میں طاقت سب سے بڑا قانون ہوتی تھی۔ ایک طاقتور شخص پورے جنگل پر حکومت کرتا تھا اور جب تک اس کے پنجے اور دانت سلامت رہتے تھے وہ بادشاہ رہتا تھا۔ جب وہ کمزور ہو جاتا تھا تو نیا طاقتور شخص اس کی جگہ لے لیتا تھا۔ پتھر کے دور میں ایک شخص پارلیمنٹ بھی ہوتا تھا، بادشاہ بھی اور سپہ سالار بھی۔ پتھر کے دور میں اطلاعات اور معلومات صرف چند لوگوں تک محدود ہوتی تھیں اور پتھر کے دور میں لوگ آقا اور غلاموں میں تقسیم تھے۔ اس دور میں ایک شخص آقا ہوتا ہوتا تھا اور باقی سب رعایا۔ اور رعایا آقا کی خدمت اور اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی گزار دیتی تھی اور اس دور میں انسانی حقوق، قانون اور عدالتیں نہیں تھیں۔ لیکن ماڈرن ایج میں غلام اور آقا کا فرق مٹ گیا۔ انسان برابر ہو گئے۔ اطلاعات عام ہو گئیں۔ صدر بش سے لے کر ٹام، ڈک اور ہنری سب کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول آ گیا۔ فوج بیرکوں تک محدود ہو گئی۔ صدر اور وزیراعظم کو عوام منتخب کرنے لگے اور عدالت ملکوں اور معاشروں کا سپریم ادارہ بن گئی اور عدالت نے الگور کو صدر تسلیم نہ کیا تو وہ چپ چاپ گھر چلا گیا اور اگر عدالت نے ملکہ برطانیہ، پرنس چارلس، شہزادی این یا پرنس ہیری کو سزا سنا دی تو اس نے فوراً سر تسلیم خم کر لیا۔ یہ تھا پتھر کے زمانے اور جدید دور کا فرق۔ باقی رہ گئی ترقی تو سڑکیں، بازار، کارخانے، سکول، کالج، محل اور پوشاکیں تو آج سے پانچ ہزار سال پہلے بھی تھیں۔ اگر ہم بڑے شہروں کو ترقی سمجھیں تو روم دنیا کا پہلا میٹروپولیٹن تھا۔ وہ لوگ ہم سے ترقی میں دو ہزار ایک سو سال آگے تھے۔ اگر سڑک ترقی ہے تو رومیوں نے زمانہ قبل مسیح میں نیپلز تک ساڑھے سات سو میل لمبی سڑک بنائی تھی اور اس سڑک پر تین کروڑ پتھر لگے ہوئے تھے۔ اگر عوامی سہولتیں ترقی ہیں تو نیرو کے دور میں روم میں نو سو حمام تھے۔ ہر حمام میں بیک وقت ہزار سے دو ہزار لوگ غسل کر سکتے تھے اور نیرو پورے شہر کو گرم پانی سپلائی کرتا تھا۔ اگر عمارتیں ترقی ہیں تو مصریوں نے ساڑھے سات ہزار برس پہلے اہرام بنائے تھے۔ ان اہراموں کی تعمیر کے لئے چھ سو میل سے پتھروں کی 26 لاکھ چٹانیں صحرا تک لائی گئی تھیں۔ ان چٹانوں کے لئے درختوں کے دو کروڑ 60 لاکھ تنے بچھائے گئے تھے اور یہ اہرام دس لاکھ مزدوروں نے بنائے تھے اور اگر دیواریں اور باغ ترقی ہوتے تو چین نے دو ہزار تین سو برس قبل کانسو سے ہو پے تک 6700 کلومیٹر طویل دیوار بنائی تھی۔ یہ دیوار یکساں موٹائی اور اونچائی کے ساتھ دریاؤں، ندیوں، نالوں، صحراؤں اور پہاڑوں سے گزرتی تھی۔ اور بابل کے لوگوں نے 580 قبل مسیح میں مصنوعی پہاڑ بنا کر اس پر معلق باغات اگا دیئے تھے۔ ماہرین آج تک اندازہ نہیں لگا سکے کہ یہ لوگ 400 فٹ بلندی تک پانی کیسے پہنچاتے تھے لیکن

سچ تو یہ ہے ان تمام تعمیراتی معجزوں کے باوجود تاریخ بابل، چین، مصر اور روم کے ادوار کو جدید نہیں کہتی، کیوں؟ کیونکہ ان ادوار میں انسانی حقوق، عدالت، اطلاعات تک رسائی اور جمہوریت نہیں تھی۔ وہ دور ترقی میں بے مثال تھے لیکن ان میں شخصی حکومتیں تھیں۔ ان ادوار میں ایک شخص کا حکم قانون اور آئین تھا، لہٰذا وہ دور انسانی معجزوں کے باوجود سٹون ایج تھا۔ ہمیں ماننا پڑے گا یہ آزادی، جمہوریت اور عدالت ہوتی ہے جو سٹون ایج کے لوگوں کو ماڈرن بناتی ہے اور عدالت، جمہوریت اور آزادی ہوتی ہے جس کی کمی ماڈرن ایج کے لوگوں کو سٹون ایج میں پہنچا دیتی ہے۔

آپ رچرڈ آرمیٹج کی دھمکی سامنے رکھئے اور اس کے بعد 16 نومبر 2007ء کے اخبارات دیکھئے۔ ہمارے تمام اخبارات کے صفحہ اوّل پر ایک تصویر چھپی ہے۔ اس تصویر میں سادہ کپڑوں میں ملبوس ایک پولیس اہلکار تحریک انصاف کی ایک خاتون کو ہاتھوں میں اٹھا کر پولیس وین میں دھکیل رہا ہے۔ یہ خاتون عمران خان کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کر رہی تھی اور سوچئے یہ کیا ہے؟

یہ پولیس اہلکار اور یہ تصویر سٹون ایج ہے۔ آپ تمام ہائی کورٹس اور سپریم کورٹس کی طرف جا کر دیکھیں، ہماری تمام اعلیٰ عدالتوں کے راستوں میں تاریں سٹون ایج ہے۔ آپ پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے ججوں کے گھروں پر جا کر دیکھیں۔ ان کے گھروں پر تالے لگے ہیں۔ ان کے دروازوں پر پولیس کھڑی ہے اور ان کے ٹیلی فون بند ہیں، یہ سٹون ایج ہے۔ آج پورے ملک کے وکلاء ہڑتال پر ہیں اور لوگ پی سی او کے تحت حلف لینے والے ججوں کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ نعرے سٹون ایج ہے اور حکومت نے ٹیلی ویژن چینلز بند کر رکھے ہیں اور ملک میں ڈش انٹینا کی خرید و فروخت پر پابندی ہے۔ یہ پابندی، یہ بندش سٹون ایج ہے اور دنیا کی مشہور تنظیم کنٹرول رسک نے پاکستان کو دنیا کے سات خطرناک ترین ملکوں میں شامل کر دیا ہے۔ دولت مشترکہ ہماری رکنیت منسوخ کرنے والی ہے۔ ہمارے طلبہ کے غیر ملکی وظیفے بند ہو چکے ہیں۔ ہمارے تمام تجارتی معاہدے منسوخ ہو رہے ہیں اور پوری دنیا کے جج اور قانون دان ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ مذاق اور یہ منسوخیاں سٹون ایج ہیں اور پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں نگران وزیراعظم اور کابینہ کو مسترد کر چکی ہیں۔ یہ انکار سٹون ایج ہے۔ لہٰذا آج ہم نے ثابت کر دیا وہ ملک جسے رچرڈ آرمیٹج اور اس کا امریکہ سٹون ایج میں نہیں پہنچا سکا تھا اسے ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھر کے زمانے میں دھکیل دیا۔ ہم نے آج کے مائیکرو پراسیس کے دور میں اپنے لئے پتھر کا راستہ منتخب کر لیا۔ ہم سٹون ایج کے سٹون بن گئے۔ (بشکریہ روزنامہ "ایکسپریس")

روشن خیالی اور اعتدال پسندی؟

جمیل یوسفی

روشن خیال اعتدال پسندی کیا ہے؟ ہم نے زبان کے ماہرین سے پوچھا، لغات کی مختلف کتابوں کی ورق گردانی کی...... پھر ہماری کاوشوں کا جو حاصل تھا، اُسے حالات موجودہ پر منطبق کرنا چاہا، مگر وائے ناکامی، انطباق نہ ہو سکا۔

روشن خیالی کی ترکیب کو آج سے ستر سال پہلے بائیں بازو کے لکھاریوں نے وضع کیا تھا، اور اس ترکیب کے اندر عجیب و غریب معانی جمع کر دیے تھے، کہ ناطقہ سر بگریباں رہا۔ ہمارے ہاں روشن خیالی کا مطلب، سگریٹ پینا، مذہبی اقدار کا تمسخر اڑانا، معاشرتی رکھ رکھاؤ کو فرسودہ خیال کرنا، لمبے بال، کلی دار پائنچے، ہر بات پر اُوہ، یس، نو اور سوری کا استعمال رہا ہے۔

سوشلسٹوں کے دور کور پرور کے بعد جو دور شرف آیا ہے، اسی دور نے اس مردہ گھوڑے میں، دوبارہ جان ڈالنے کی کوششیں شروع کیں۔ تو جس طرح سوشلسٹوں نے اپنے آپ کو روشن خیال کہلوانے کے لیے والدین کی آبرو تک کا سودا کیا تھا، اس دور پُر آشوب کے جگادریوں نے پرانے ریکارڈ زتڑوا دیے، روز اک شوشہ نیا چھوڑا جاتا ہے، ہر لمحہ نئے بیانات آ رہے ہیں، ہر نقش کہن کو مٹانا، روشن خیالی قرار پایا ہے۔ بھئی! اگر پرانی چیزیں سب از کار رفتہ ہیں، تو پھر مارشل لاء بھی پرانا ہو چکا ہے، اسے دفن کر دو۔ غربت تو عوام کا بہت پرانا مرض چلا آ رہا ہے، اسے دریا برد کر دو۔ ساری قوم دواؤں اور علاج کے لیے ترسی ہوئی ہے، لہٰذا موزی بیماریوں کا انسداد کرو۔ ہماری سڑکیں جواب گھاٹیوں اور نالوں میں بدل گئی ہیں، براہ کرم اِس عذاب سے لوگ کو نجات دلاو۔ انگریز بہادر کے وقتوں کا نظام مال گزاری، جو جونکوں کی طرح غریب پاکستانی کا خون چوس رہا ہے، اُسے بدلوانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کیجیے۔ پولیس، جن کے تھانوں کے اوپر لکھا ہوتا ہے، رزق حلال عین عبادت ہے۔ وہاں کی سنگلاخ زمین میں روشن خیالی کے بیج بوئیے۔ تعلیم کے نام پر جعلی اسناد، اور گھوسٹ سکولوں کو اوراق کہن سے مٹائیے۔ روشن خیالی کے نام پر عوامی حقوق کو غصب کرنا چھوڑیے۔ عوام کو سہولیات فراہم کیجئے۔ روشن خیال ارباب حکومت کو چاہیے، کہ وہ عوام کے اندھیرے گھروں کو روشن کرنے کے لیے فوری اقدامات کریں۔ ساری قوم تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ جس قوم کے گھر تاریک ہوں، جس ملک کے طالب علم روشنی کی عدم دستیابی کی وجہ سے پڑھ نہ سکتے ہوں، وہاں روشن خیالی کی بات کرنا، حقائق کا منہ چڑانا ہے۔

اعتدال پسندی اچھی بات ہے۔ لیکن دوسروں کے لیے اسے پسند کرنے والے، اپنے آپ پر اس کا اطلاق کیوں نہیں کراتے؟ حکومت کے ایک چھوٹے آفیسر کے بنگلے میں آٹھ، دس گاڑیاں ہوتی ہیں۔ ان تمام گاڑیوں میں جو ایندھن جلتا ہے وہ کہاں سے آتا ہے؟ کیا یہ اعتدال پسندی ہے؟ کہ ایک D.C.O کے ہر بچے کے لیے علیحدہ گاڑی ہو، اور استاد غریب کا بیٹا بسوں اور گاڑیوں سے لٹکتا پھرے۔ ایک وزیر کے آنے کے لیے سڑکیں بند کروائی جائیں تاکہ وہ سہولت کے ساتھ گزر جائیں، اور عوام اپنے بیماروں کی تیمارداری کے لئے گھنٹوں لیٹ پہنچیں۔ وزیر، وزراء کے پاس سینکڑوں قسم کا بلا لائسنس اسلحہ ہے جبکہ غیر محفوظ غرباء چھریدار بندوق تک نہیں رکھ سکتے۔ اعتدال پسندی تو یہ ہوگی کہ آپ اپنے اخراجات و مراعات کو کم کریں، غیر ضروری قسم کے اخراجات کی رقم عوام کی طرف منتقل کر دیں۔ جن جاگیرداروں کے پاس لاکھوں جریب زمین ہے، وہ اپنے آپ کو اعتدال میں لائیں۔ اعتدال کے معنی میانہ روی کے ہیں۔ اعتدال پسندی تو عین اسلام ہے، لیکن مفاہیم و تعبیرات میں فرق ہونے کی وجہ سے، بالادست طبقہ اس کی تشریح کچھ اور کرتا ہے اور زیردست طبقہ کی توقعات کچھ اور ہوتی ہیں۔ اگر کسی جاگیردار کا دادا وزیر تھا، باپ وزیر تھا، تو کیا یہ ضروری ہے کہ اس کا بیٹا بھی وزیر یا مشیر ہو...... اعتدال پسندی تو یہ ہوگی کہ اب جاگیردار صاحب، اعتدال کا مظاہرہ کرتے ہوئے، کسی اور کو باری دے دیں...... جو جنرل مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا، اس کا پوتا آج ہمارا وزیر ہے۔ کیا یہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی ہے؟ اگرچہ عوام میں بھی تاریک خیالی کے کئی پہلو ہیں۔ لیکن بالادست طبقہ تاریکی اور عدوان پھیلانے کا زیادہ ذمہ دار ہے۔ روشن خیالی کیا ہے؟ بقول غالب ؎

ہے یہ وہ لفظ جو شرمندۂ معنی نہ ہوا

(بشکریہ ہفت روزہ "ایشیا")

کوسووہ میں عام انتخابات

17 نومبر بروز ہفتہ کوسووہ کے لاکھوں مسلمانوں نے اپنے قیمتی ووٹ کا استعمال کیا اور خود کو آزادی جیسی نعمت کے قریب کرلیا۔ وہاں ہونے والے عام انتخابات اس لحاظ سے منفرد اور تاریخی ہیں کہ حکومت چاہے کوئی بھی سیاسی جماعت بنائے، وہ کوسووہ کو سربوں کے خونی پنجوں سے آزادی دلاسکتی ہے۔

برف باری کے باوجود کوسووہ کے صدر مقام پرسٹینا میں صبح سویرے ہی پولنگ اسٹیشنوں کے باہر لوگ جمع ہونے لگے۔ کوسووہ میں ووٹروں کی سہولت کے لئے دو ہزار اسٹیشن قائم کیے گئے تھے۔ انتخابات کی نگرانی کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم ڈیموکریسی ان ایکشن کا کارکن الارر گولی بتاتا ہے ''ووٹ ڈالنے کا عمل پرسکون ماحول میں شروع ہوا۔ چند اسٹیشنوں میں دیر سے کام شروع ہوا لیکن کہیں سے کسی حادثے کی خبر نہیں ملی۔ شدید سردی کے باوجود بیشتر کوسووین باشندوں نے ووٹ ڈالا۔''

کوسووہ سربیا کا حصہ ہے لیکن اس کے بیس لاکھ باشندوں میں سے اٹھارہ لاکھ البانوی نژاد مسلمان ہیں۔ یہ مسلمان سربوں سے آزادی چاہتے ہیں، لیکن سربیا یہ مطالبہ ماننے کو تیار نہیں۔ سربوں کا دعویٰ ہے کہ کوسووہ ان کی تاریخ اور تہذیب وثقافت کا مرکز ہے۔

انتخابات میں اصل مقابلہ حزب اختلاف کی جماعت، ڈیموکریٹک پارٹی آف کوسووہ اور حکمران جماعت ڈیموکریٹک لیگ آف کوسووہ کے درمیان تھا۔ ووٹنگ مکمل ہونے کے بعد ہی نتائج کا علم ہوسکے گا۔

مسجد کی تعمیر اور عیسائیوں کی مخالفت

مشرقی لندن میں مسلمانوں کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے، اس لیے اب وہ وہاں ایک بڑی مسجد بنانا چاہتے ہیں تاکہ موجودہ مساجد میں دوران نماز ہجوم کچھ کم ہوسکے۔ اس مقصد کے لیے تبلیغی جماعت ویسٹ ہیم کے علاقے میں یورپ کی سب سے بڑی مسجد تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ یہ اٹھارہ ایکڑ رقبے پر محیط ہوگی۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ ایسٹ لندن کے بیشتر عیسائی اس منصوبے کی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔

سال رواں کے اوائل میں پونے تین لاکھ عیسائیوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ برطانوی وزیراعظم کو یہ درخواست بھجوائی تھی کہ ویسٹ ہیم میں تعمیر مسجد کی اجازت نہ دی جائے۔ ان عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ تعمیر مسجد سے برطانیہ میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کو فروغ ملے گا۔ مگر تبلیغی جماعت کا کہنا ہے کہ وہ دہشت گردی کی شدید مخالف ہے۔

تعمیر مسجد کے منصوبے کو لندن کے میئر کن لیونگ سٹون کی حمایت حاصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ برطانیہ میں ہر مذہب کا شخص آزادی سے اپنی عبادت کرسکتا ہے اور قوانین کے مطابق وہ اپنی عبادت گاہ بھی بنا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ مجوزہ مسجد کے قریب ہی وہ پارک بھی واقع ہے جہاں 2012ء کے اولمپک کھیل منعقد ہوں گے۔ اس وجہ سے بھی منصوبے کی مخالفت ہو رہی ہے۔

افغانستان میں جھڑپیں جاری

پچھلے ہفتے متفرق جھڑپوں میں کئی طالبان شہید ہوگئے۔ طالبان کے حملوں میں نیٹو کے فوجی بھی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ افغانستان میں اس سال بھی تشدد کی لہر جاری رہی۔ اب تک 5800 افراد فسادات کی زد میں آکر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ باقی ہے۔

دیوار سے تباہ حال فلسطینی

اسرائیل نے 2002ء میں مغربی کنارے میں ایک دیوار بنانا شروع کی تھی۔ وہ یوں چاہتا تھا کہ فلسطینی مجاہدین کو اسرائیلی شہروں میں داخلے سے روکا جائے جو وہاں جاکر خودکش حملے کرتے تھے۔ مگر یہ دیوار ہزاروں فلسطینیوں کے لیے تباہی کا پیغام لائی۔ خاص طور پر اس نے 30 ہزار فلسطینیوں کو اپنے کھیتوں سے محروم کردیا کہ ان کے کھیت دیوار کے پار چلے گئے۔

اقوام متحدہ نے حال ہی میں ان فلسطینیوں کی حالت زار پر ایک رپورٹ مرتب کرائی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی حکومت نے 30 ہزار فلسطینیوں میں سے صرف اٹھارہ فیصد کو دیوار کے پار اپنے کھیتوں میں جانے کی اجازت دی ہے، باقی فلسطینی دوسرے کام کرنے پر مجبور ہیں اور ان کا گزارہ بدقت ہو رہا ہے۔

اس دو سو کلو میٹر لمبی دیوار میں 67 دروازے ہیں۔ ان میں سے صرف انیس پرمٹ والے فلسطینیوں کی آمد و رفت کے لیے کھولے جاتے ہیں۔ باقی دروازے ہفتے میں ایک بار کھلتے ہیں تاکہ سامان کی ترسیل ہوسکے۔

قبائلیوں کو تربیت دینے کا امریکی منصوبہ

امریکہ نے عراق کی طرز پر پاکستان کے قبائلی رہنماؤں کو القاعدہ اور طالبان کے خلاف جنگ کے لئے تربیت دینے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ اس حکمت عملی کا بڑا مقصد امریکی فوج کے تربیت یافتہ افراد کی پاکستان میں تعداد بڑھانا ہے۔ ویب سائٹ پر امریکی فوج کی جانب سے ایک نئی اور خفیہ تجویز کا خاکہ سامنے آیا ہے، جس میں پاکستان کے قبائلی علاقوں سے قبائلی رہنماؤں کو طالبان اور القاعدہ کے خلاف جنگ کے لئے شامل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ پینٹاگون کے ترجمان کے مطابق پاکستان میں امریکہ کے صرف پچاس اہلکار موجود ہیں اور اگر اس تجویز پر عمل درآمد ہوا تو پاکستان میں امریکی فورسز کی تعداد بڑھ سکتی ہے۔ اس حکمت عملی کا بڑا مقصد پاکستان کے قبائلی علاقوں میں امریکہ کی حمایت میں اضافہ کرنا ہے۔

قبلہ اوّل کے خلاف صیہونی سازشیں

ترکی کے دارالحکومت استنبول میں منعقدہ تین روزہ انٹرنیشنل القدس کانفرنس کے شرکاء نے فلسطین میں مسلمانوں کے مقدسات خصوصاً مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کے لئے کی جانے والی صیہونی سازشوں کو پوری دنیا کے امن کے لئے خطرہ قرار دیا ہے۔ اجلاس کے اختتام پر جاری اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل کی جانب سے القدس میں یہودیت کے فروغ کا نسلی دیوار کی تعمیر اور القدس کو فلسطین سے الگ کرنے کی سازشیں بیت المقدس کے تاریخی اسلامی آثار مٹانے اور فلسطینی عوام کو اس میراث سے محروم کرنے کی کھلی سازش ہے۔ امریکہ اور اسرائیل نے فلسطینی عوام کو تقسیم کرنے اور عرب ممالک کو آپس میں دست و پا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔

اعلامیے میں کہا گیا کہ فلسطینی سرزمین پر یہودی ریاست کے وجود کا کوئی جواز نہیں۔ کانفرنس میں عالمی برادری، عالم اسلام اور دنیا بھر کے انسانی حقوق کے اداروں سے فلسطینیوں کو ان کے بنیادی حقوق فراہم کرنے میں اپنا کردار ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔

✿✿✿✿✿✿

مکتبہ خدام القرآن

کی کتب و کیسٹس اور CDs / DVDs کی خریداری اور دیگر معلومات کے لئے

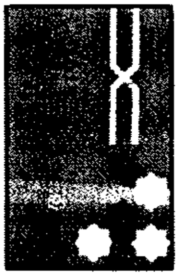

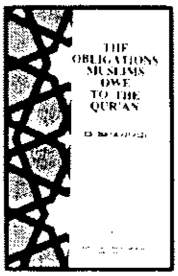

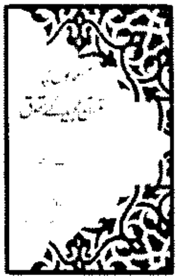

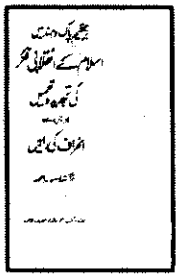

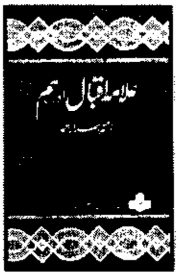

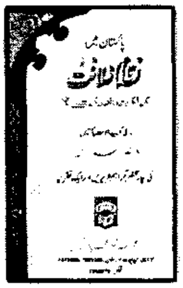

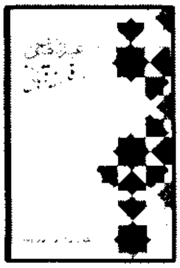

مقامی دفاتر/ سیل پوائنٹس	ایڈریس	فون نمبرز
لاہور	مرکز تنظیم اسلامی 67-A' علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور	6366638 - 6316638
	ورائٹی بک سٹور لبرٹی مارکیٹ' گلبرگ لاہور	5758355
	الحفیظ 83' شاہراہ قائد اعظم' لاہور	6360755 - 6303236
	فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ' 60 شاہراہ قائد اعظم' لاہور	111626262
	فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ' 17 ایچ بلاک' ڈی ایچ اے' لاہور	5742803-5
	فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ z بلاک' ڈی ایچ اے' لاہور	5735662-3
	فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ قذافی سٹیڈیم' لاہور	5712250
	مکتبہ تعمیر انسانیت' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور	7237500 - 7310530
	نیوایئڈ اولڈ بک شاپ 20۔ بی گلبرگ سنٹر مین بلیوارڈ لاہور	5763739
	نیوایئڈ اولڈ بک شاپ 5-174۔ ایچ بلاک' بالمقابل بینک آف پنجاب D.H.A لاہور	5734589 - 5892710
	راحت میڈیکوز نزد راحت بیکرز لاہور کینٹ	6685738
	اسلامک بک سٹور شاپ نمبر 12-11، سیمنٹ ڈیفنس شاپنگ مال، بالمقابل عادل ہسپتال، D.H.A لاہور	6602796 - 6612322
	طاہر کیسٹ اینڈ سی ڈی ہاؤس، پہلی منزل، کاشف سنٹر، چوک نسبت روڈ، لاہور	7350721- 03004350307
کراچی	قرآن اکیڈمی DM-55 درخشاں' خیابان راحت فیز 6' ڈیفنس' کراچی	5340022 - 23
	تنظیم اسلامی، حق اسکوائر پہلی منزل۔ یونیورسٹی روڈ' گلشن اقبال' کراچی	4993464 - 5
سکھر	تنظیم اسلامی 3-B ، پروفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی، شکار پور روڈ' سکھر	0715-631074
کوئٹہ	انجمن خدام القرآن، 370-2/12-2 بالائی منزل بالمقابل کوالٹی سوئیس، منان چوک' شاہراہ اقبال، کوئٹہ	2842969
ملتان	قرآن اکیڈمی' 25 آفیسرز کالونی' ملتان	6520451
سیالکوٹ	ملک تنویر الحق' ماڈرن بک ڈپو' سیالکوٹ کینٹ	261184
	تنظیم اسلامی 120۔ مارکیٹ روڈ ماڈل ٹاؤن سیالکوٹ	557464 -03006128479
اسلام آباد	تنظیم اسلامی' 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم' نزد فلائی اوور برج 8/4-1' اسلام آباد	4434438
پشاور	18-A' ناصر مینشن' شعبہ بازار' ریلوے روڈ نمبر 2' پشاور	214495
نوشہرہ	تنظیم اسلامی آفس نمبر 4 سیکنڈ فلور کنٹونمنٹ پلازہ نزد جنرل بس سٹینڈ، نوشہرہ	610250
دیر	تنظیم اسلامی نزد گرڈ اسٹیشن، ڈبر تیمرگرہ، ضلع دیر	03009050597
فیصل آباد	انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ سعید کالونی نمبر 2، فیصل آباد	8520869

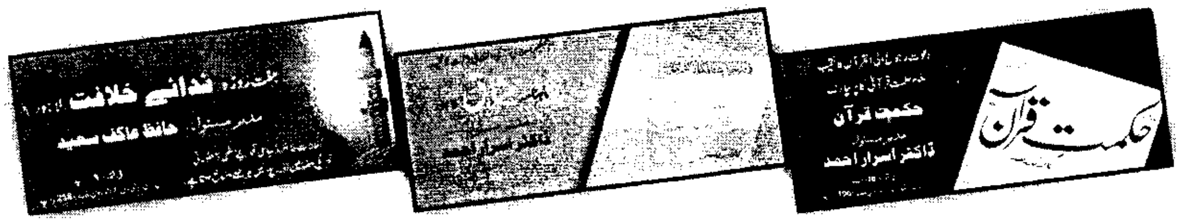

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 42

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

US attack on Syria and its plans for Pakistan

Al-Jazeera reported on its Arabic website on November 1, 2007 that the September 6 raid on the alleged nuclear facilities in Syria was in fact carried out by the US Air Force.[1] Al-Jazeera's report quoted unnamed Israeli and Arab sources as saying that two strategic US jets armed with nuclear weapons executed the attack.

The use of tactical nuclear weapons is evident from the fact that the suspected plant was effectively erased from the earth, with few if any traces remaining, according to satellite photos published in Jerusalem Post on October 26, 2007.

It is the first use of nuclear weapons in the world for combat purpose since the destruction of Hiroshima and Nagasaki in 1945. Interestingly, while the US is nuking suspected nuclear facility in Syria and the neoconservatives are waging a hysterical campaign targeting unrealized nuclear risks in Iran, it seems strange that the fear-mongers have had little to say about the nuclear actualities in Pakistan.

It is not that the neocons and warlords in Washington are not worried about the nuclear weapons of Pakistan. It is simply that the plan they have for Pakistan is well underway.

When the totalitarians in Washington needed Pakistan to fight against the Soviet Union in Afghanistan, for decades American administrations and Congress looked the other way while Pakistan developed its own weapons program. The warlords succeeded in creating a unipolar world at the cost of allowing Pakistan get its nuclear weapons.

When the war was over, Pakistan was blamed for creating a clandestine proliferation network that is still being alleged to be in tact and in operation even though in February 2004, AQ Khan, was forced into house arrest and what could best be described as early retirement.

While the drumbeat for bombing Iran grows increasingly loud, the stunning silence in response to the "pre-eminent risk for nuclear terrorism" from Pakistan clearly shows that the ongoing turmoil in Pakistan is part of the plan to soften up Pakistan as a high value target. According to the plan, people are pitted against the army.

Divisions are being created. Musharraf has been used to full extent to turn Pakistan army into a mercenary force pitted against its own people. Once enough chaos is sown and Pakistan has partly or fully transformed into another Somalia, the warlords in Washington won't have to take longer to strike the softened Pakistan or even invade under all the pretexts that are already being paraded in the media.

Washington's Faustian pact with General Musharraf now seems unravelling, but in fact Musharraf is following his masters' script to the letter to unknowingly unravel Pakistan instead.

The attack on Syria also confirms that the imperialist totalitarians in Washington have demonstrated that they not only want to keep nuclear weapons to bully the world, but they also won't hesitate to use them against whosoever refuse to bow down to their dictates. The world has never been so closer to a total catastrophe as it is now. Thanks to the cable of extremists in Washington and their opportunist allies in the nations reeling under Washington's colonial thumb.

Notes:

[1] Aljazeera website report can be found on this URL (copy all lines): http://www.aljazeera.net/News/Templates/Postings/DetailedPage.aspx?FRAMELESS=false&NRNODEGUID=%7b8A16CD40-BC16-4DDC-B808-6BFC96107F4C%7d&NRORIGINALURL=%2fNR%2fexeres%2f8A16CD40-BC16-4DDC-B808-6BFC96107F4C%2ehtm%3fwbc_purpose%3d%255C%255C%255C%255C%255C%255C%255C%252F%27&NRCACHEHINT=NoModifyGuest&wbc_purpose=%5C%5C%5C%5C%5C%5C%5C%2F%27#

[2]The Jerusalem Post October 26, 2007 report: http://www.jpost.com/servlet/Satellite?c=JPArticle&cid=1192380657735&pagename=JPost%2FJPArticle%2FShowFull